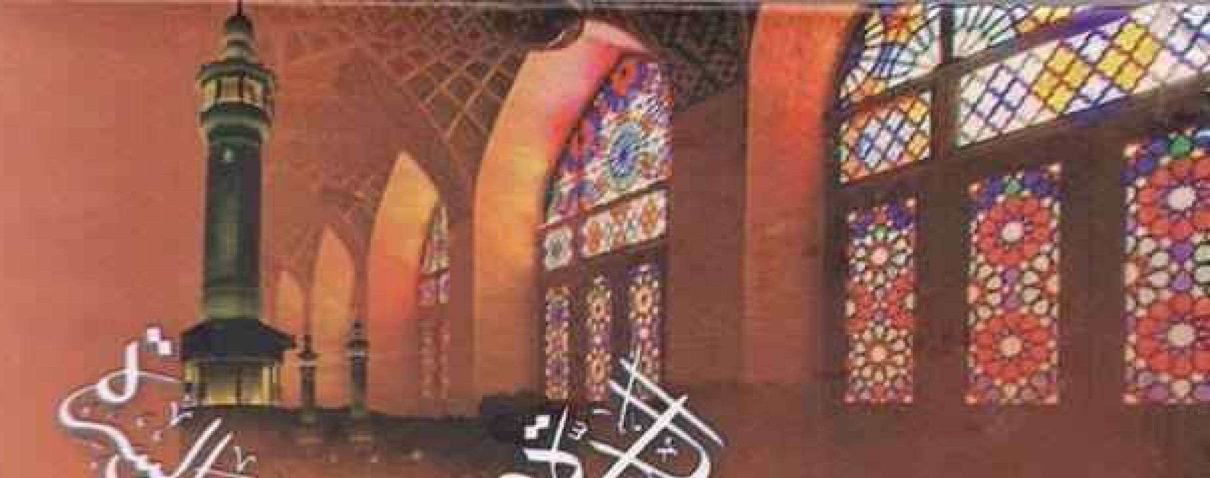


الدرة في عقد الأيدي تحت السرة

نماز

میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ
پر غیر مقلد زبیر علی علیزئی اور ارشاد الحق اثری کے

اعتراضات کا علمی محاسبہ

تالیف
فیصل خان

باہتمام
پروفیسر ذوالفقار
راولپنڈی

دار التحقیق فاؤنڈیشن
راولپنڈی

نام کتاب: الدرة فی عقد الایدی تحت السرة

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی
اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا علمی محاسبہ

مصنف: فیصل خان

باہتمام: پروفیسر ذوالفقار۔ راولپنڈی

ناشر: دار التحقیق فاؤنڈیشن
سکستھ روڈ مری روڈ راولپنڈی

اشاعت اول: ۲۰۱۱ء

قیمت: ۱۶۰ روپے

tinyurl.com/raddgm

دار التحقیق فاؤنڈیشن راولپنڈی

0334-50866، 0321-5501977

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث وفقیہ الامت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ

کے نام انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جن کی باطنی فیضان کے تصدق سے

بندہ ناچیز کو دقیق نکات پر اطلاع ہوتی ہے۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

خادم اہل سنت وجماعت

فیصل خان

(راولپنڈی)

tinyurl.com/raddgm

تقریظ

مناظر اسلام مولانا غلام مصطفےٰ نوری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک و اصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

عزت مآب! محترم المقام عزیز القدر وسیع المطالعہ محب العلماء والعلم مجاہد اہل سنت عاشق رسول، جناب فیصل خان صاحب کی کتاب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، چیدہ، چیدہ مقامات سے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا مصروفیات کی بنا پر بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا، کتاب تحقیقی انداز میں لکھی گئی ہے انتہائی متانت سنجیدہ طور پر طریقہ اپنایا گیا ہے مذہبی تعصب سے یہ کتاب بالکل بے گانی ہے دلائل کو پیش کرنے کے بعد، ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات جامع مدلل محقق انداز میں دیئے گئے ہیں اور اس مسئلہ کے مخالفین کی غلط فہمیوں کے ازالہ کیلئے یہ کتاب کافی و وافی ہے لیکن انصاف شرط ہے، موصوف اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے اور مخالف پر گرفت علمی کرتے ہوئے بھی بالکل نرمی اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو ان کی

وسعت ظرفی کی دلیل کیلئے کافی ہے۔اس احقر کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص تعصب سے ہٹ کر اور حق راستہ کی تلاش کی نیت سے اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اُمید ہے کہ انشا،اللہ تعالیٰ وہ اس مسئلہ کا نہ صرف قائل ہوگا بلکہ مؤلف کتاب ہذا کو داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام وخاص فرمائے نافع ،مفید بنائے آمین بجاہ نبی الامین الکریم وصل اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

خطیب مہتمم مرکزی جامع مسجد شرقیہ
رضویہ بیرون غلہ منڈی ساہیوال

tinyurl.com/raddgm

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں اور لاکھوں درود وسلام نبی کریم ﷺ کی ذات پر۔اختلافی مسئلہ پر حق کا دامن تھامنا انتہائی ضروری ہے۔اگر حق کا دامن نہ تھاما تو گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔میں نے اس کتاب میں محترم ارشاد الحق اثری صاحب کے مضمون ''مصنف ابن ابی شیبۃ میں تحریف،شیخ محمد عوامہ کی جسارت'' (جو رسالہ الاعتصام، لاہور، جلد ۵۹،شمارہ نمبر۴، جنوری ۲۰۰۷ھ میں شائع ہوا) اور زبیر علیزئی صاحب کی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔

مضمون میں کس نے حق کا دامن تھاما ہے یہ بات تو قارئین کو پڑھنے کے بعد خود معلوم ہو جائے گی۔میں نے اس مضمون میں احترام اور شگفتگی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

میں تقلید جامد کے حق میں نہیں ہوں لہٰذا میری کوشش ہوتی ہے کہ ہر مسئلہ کا حل دلائل کی روشنی میں پیش کیا جائے۔میری تحقیق سے اختلاف یا اتفاق قارئین کا بنیادی حق ہے۔مگر مجھے قوی یقین ہے کہ اگر اختلاف ہوا تو دلائل کی روشنی میں اس کو واضح مطلع کیا جائے اور اگر اتفاق ہے تو اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

میں محقق العصر مفتی محمد خان قادری صاحب، مہتمم جامعہ الاسلامیہ لاہور کا انتہائی ممنون اور

مشکور ہوں جنہوں نے ہمیشہ تحریر میں ادب کا درس دیا۔ میں اس مقام پر مفتی عباس رضوی صاحب، ریسرچ آفیسر، محکمہ اوقاف، دبئ، محدث العصر پروفیسر انوار حنفی، کوٹ رادھا کشن ضلع قصور اور محقق غلام مصطفٰی نوری صاحب ساہیوال کا ذکرِ خیر لازمی کرنا چاہتا ہوں جن کی تحقیقی معیار نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں اللہ تعالٰی سے دعا گو ہوں کہ میری اس کاوش کو قبول کرے اور متلاشیِ حق کے لیے راہِ نجات بنائے۔ (آمین)

نوٹ:۔ کتاب ہذا میں اگر کوئی غلطی پائیں تو ضرور آگاہ کریں کیونکہ کمپیوٹر پر اکثر غلطیاں ہو جاتیں ہیں۔ کوشش ہوگی کہ ایڈیشن میں تصحیح کردی جائے۔

خادم اہلسنت

فیصل خان، راولپنڈی

0321-5501977

tinyurl.com/raddgm

حضرت وائل بن حجرؓ سے تحت السرۃ والی حدیث کا تحقیقی جائزہ

حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة

(مصنف ابن شیبۃ ۱/۳۹۰)

ترجمہ: وائل بن حجرؓ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیرِ ناف باندھے۔

حضرت وائل بن حجرؓ	جلیل القدر صحابی	(تقریب التهذیب، الکاشف)

علقمۃ بن وائلؒ

ابن حبانؒ نے ثقات میں ذکر کیا	ثقه	(الکاشف ۲/۲۳۲)
ابن سعدؒ نے کہا:	ثقه	(تهذیب التهذیب ۷/۲۸۰)

موسیٰ بن عمیر تمیمی کوفیؒ

ابن معینؒ نے کہا:	ثقه	(تهذیب التهذیب ۱۰/۳۲۳)
ابو حاتمؒ نے کہا:	ثقه	(الکاشف ۲/۱۹۵)
عبداللہ بن عمیرؒ نے کہا:	ثقه	(میزان الاعتدال ۴/۲۱۶)
خطیب بغدادیؒ نے کہا:	ثقه	(میزان الاعتدال ۴/۲۱۶)
ابوزرعہ الرازیؒ نے کہا:	ثقه	(میزان الاعتدال ۴/۲۱۶)
امام عجلیؒ نے کہا:	ثقه	(میزان الاعتدال ۴/۲۱۶)
امام دولابیؒ نے کہا:	ثقه	(میزان الاعتدال ۴/۲۱۶)

وکیع بن جراح الکوفیؒ

امام احمدؒ نے کہا:	ھو احفظ منہ	(تھذیب التھذیب ۱۲۳/۳)
امام ابن معینؒ نے کہا:	مارأیت احداً افضل من وکیع	(تھذیب التھذیب ۱۲۳/۳)
امام عجلیؒ نے کہا:	کان ثقۃ عابداً صالحاً	(تھذیب التھذیب ۱۲۳/۳)
ابن سعدؒ نے کہا:	کان ثقۃ مامون	(تھذیب التھذیب ۱۲۳/۳)
ابن حبانؒ نے کہا:	حافظاً متقناً	(تھذیب التھذیب ۱۲۳/۳)

اس حدیث کی سند پر غیر مقلدین حضرات کا کوئی اعتراض آج تک منظر عام پر نہیں آ سکا مگر اس حدیث کی تحقیق میں دو علماء کرام کے اعتراضات سامنے آئے۔ جن میں ایک محترم زبیر علیزئی صاحب کا محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر کذاب کی جرح اور دوسرا محترم ارشاد الحق اثری صاحب کا مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخوں پر اعتراض اور محدث شیخ محمد عوامہ پر برہمی کا اظہار ہے۔ تحقیق ذوق کے پیش نظر ان دونوں اعتراضات کا ترتیب وار جائزہ لیا جاتا ہے۔

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر جرح کا تحقیقی جائزہ

تحقیق اور تخریج کا اسلوب محققانہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ مگر تحقیق مسلکی تفاوت کی بنا پر اپنا اثر کم کر دیتی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کی تحقیق کس قدر کمزور ہوتی ہے یہ علماء کرام سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کسی بھی موضوع پر ان کی تحقیق کامل نہیں ہے اور تدلیس کے موضوع پر تو زبیر علیزئی صاحب کا رجوع در رجوع اور اضطراب بھی ثابت ہے۔

الامام الحافظ قاسم بن قطلو بغا الحنفیؒ (شاگرد حافظ ابن حجرؒ)

ولد بالقاہرہ ۸۰۲ھ

محدث مورخ حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی علمی شخصیت اتنی سحر انگیز ہے کہ محدثین کرام میں ان کا مقام نمایاں ہے۔ اور ان کا یہ مقام وہ قیمتی تحقیقات ہیں جو ان کی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں۔ ان کی کتابوں میں:

(۱) الامالی علی مسند ابی حنیفہؒ (۲) تبویب مسند ابی حنیفہ للحارثیؒ (۳) ترتیب مسند ابی حنیفہ لابن المقریؒ (۴) ترصیع الجواھر المنفی فی تلخیص سنن البیھقیؒ (۵) ترجمہ "ذوالنون المصری" وعوالی حدیثہ (۶) تعلیق علی مسند الفردوس (۷) حاشیہ علی نزھۃ النظر لابن حجرؒ (۸) حاشیہ علی شرح نخبۃ الفکر (۹) حاشیہ علی شرح الالفیہ للعراقیؒ (۱۰) زوائد سنن الدار قطنی علی الستۃ (۱۱) شرح جامع المسانید لابی المؤید الخوارزمیؒ (۱۲) شرح غریب احادیث (۱۳) شرح مصابیح السنۃ امام بغویؒ

(۱۴) عوالی لیث بن سعدؒ (۱۵) عوالی ابی جعفر الطحاویؒ (۱۶) مسند عقبہ بن عامرؓ (۱۷) منتقی من منتقی ابن الجارودؒ (۱۸) الاجوبۃ عن اعتراضات ابن ابی شیبۃؒ (۱۹) اتحاف الاحیاء من تخریج الاحیاء، (۲۰) بغیۃ الرائد فی تخریج احادیث شرح العقائد (۲۱) تخریج احادیث کنز الوصول (۲۲) تخریج احادیث تفسیر ابی اللیث السمرقندیؒ (۲۳) تخریج احادیث عوارف المعارف (۲۴) تخریج احادیث الشفاء، (۲۵) تخریج احادیث عوالی القاضی بکارؒ (۲۶) التعریف والاخبار تخریج احادیث الاختیار (۲۷) تعلیقات علی الدرایۃ لابن حجرؒ (۲۸) منیۃ الالمعی تخریج احادیث الھدایۃ للزیلعیؒ (۲۹) اسئلۃ الحاکم للدار قطنیؒ (۳۰) الاھتمام الکلی باصلاح ثقات العجلیؒ (۳۱) الایثار برجال معانی الآثار (۳۲) تاج التراجم فی من صنف من الحنفیۃ (۳۳) الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ (۳۴) تقویم اللسان فی الضعفاء، (۳۵) حاشیہ علی تقریب لابن حجرؒ (۳۶) حاشیہ علی المشتبہ لابن حجرؒ (۳۷) رجال طحاوی (۳۸) رجال مسند ابی حنیفہؒ (۳۹) زوائد رجال موطا علی الستۃ (۴۰) زوائد رجال مسند الشافعیؒ (۴۳) معجم شیوخہ (۴۴) تراجم مشائخ شیوخ العصر (۴۵) تراجم مشائخ المشائخ (۴۶) ترتیب التمیز للجوزقانیؒ (۴۷) ترتیب الارشاد فی علماء البلاد (۴۸) فتاوی القاسمیہ وغیرہ شامل ہیں۔

محدث قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی احادیث اور رجال پر کافی گہری نظر تھی جو ان کی تحقیقات سے عیاں اور نمایاں ہے۔ محدث قاسم نے تخریج الاحادیث اختیار میں مصنف ابن ابی شیبہ کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔ جس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود تھے مگر محترم زبیر علیزئی صاحب نے اپنی "کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۲۷" پر محدث المورخ الحافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کو بقول علامہ بقاعیؒ کذاب لکھا۔

امام بقاعیؒ اور محدث قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ

امام برہان الدین بقاعیؒ (۸۸۵ھ) فرماتے ہیں۔

وكان مفننا في علوم كثيرة، الفقة والحديث والاصول وغيره ولم يخلف بعده حنفيا مثله إلا أنه كان كذابا لا يوقف في شئ بقوله

(اضوء اللامع ۲ / ۱۸۷ للسخاویؒ)

امام برہان الدین البقاعیؒ کی جرح مختلف وجوہ پر قابل قبول نہیں ہے۔

ا۔ کذب بمعنی خطاء:۔ (الزامی جواب)

زبیر علیزئی صاحب کے استاد ارشاد الحق اثری صاحب کذب کی جرح کے بارے لکھتے ہیں۔

"شیخ ابوغدہؒ نے علامہ الیمانی کی الروض الباسم سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ان اللفظة كذاب قد يطلقها كثير من المتعنتين في الجرح على من يهم و يخطى في حديثه (الرفع والتكميل ص ۱۶۸) کہ لفظ کذاب بہت سے متشددین جرح راوی کے حدیث میں وہم وخطاء پر اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

فاما قول الشعبی الحارث کذابا فمحول علی انه عنی بالکذاب الخطاء امام شعبیؒ کا فرمان کہ حارث کذاب ہے تو یہ محمول ہے کہ انہوں نے کذب سے خطا مراد لی ہے۔ (تنقیح الکلام ص ۲۴۶) زبیر علیزئی کے استاد ارشاد الحق اثری صاحب جب کذاب کی جرح کو خطا پر محمول کرتے ہیں تو کیا زبیر علیزئی صاحب اس جرح کو پیش کر سکتے ہیں؟

۲۔ معاصرانہ جرح کی حیثیت:۔

علامہ برہان الدین بقاعی محدث تھے قاسم بن قطلوبغا کے شاگرد تھے۔ لہٰذا

☆ معاصر کی جرح مبہم قابل قبول نہیں۔ (انظر الجرح وتعدیل للسبکی ص ۳۴)

☆ علامہ بقاعیؒ پر علامہ سخاویؒ کی جرح بھی موجود ہے۔ (الضوء اللامع ۱/۱۰۱۔۱۱۱ للسخاویؒ)

☆ علامہ بقاعیؒ پر ان کی کتاب " نظم الدرر فی تناسب الآی والسور " کی وجہ سے علماء کرام پر ان پر جرح کی۔ جس کی وجہ سے ان کی معاصرانہ چشمک لگی رہتی تھی۔

(البدر الطالع ۱/۲۰)

اس وضاحت سے بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ بقاعیؒ کی جرح قابل قبول نہیں ہے اور علامہ بقاعیؒ کا لفظ کذاب بمعنی اخطاء ہے۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفیؒ کی توثیق

محدث قاسم بن قطلوبغاؒ کی مندرجہ ذیل محدثین سے توثیق کی ہے۔

۱۔ امام حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

(ا) قراۃ علی تحریرا فأفاد و نبه علی مواضع الحقت فی هذا الاصل فزادته نورا۔ (الضوء اللامع ۶/۱۸۵)

(ب) الشیخ الفاضل المحدث الکامل الاوحد۔ (مقدمه الایثار بمعرفة الاثار)

(ت) الامام العلامة المحدث الفقیة الحافظ۔ (الضوء اللامع ۶/ ۱۸۵)

۲۔ ابن الدیریؒ (۸۶۷ھ) لکھتے ہیں۔

من حذاق الحنفیة، کتب الفوائد، واستفاد وأفاد۔ (الضوء اللامع ۶/۱۸۵)

۳۔ ابن ایاسؒ لکھتے ہیں۔

کان عالما فاضلا فقیها، محدثا کثیر النوادر، مفتیا من اعیان الحنفیة و کان نادرة عصره (بدائع الزهور)

۴۔ ابن العماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں۔

العلامة المفنن وبالجملة فهو من حسنات الدهر۔ (شذرات الذهب ۷/۳۲۶)

۵۔ ابن تغری بردیؒ لکھتے ہیں۔

وهو أحد علماء الحنفیة فی زماننا هذا۔ (الدلیل الشافی علی المنهل الصافی ۲/۵۶۷)

٦۔ امام سخاوی (٩٠٢ھ) لکھتے ہیں۔

(ا) وھو امام علامۃ، قوی المشارکۃ فی فنون، ذاکر لکثیر من الأدب و متعلقاتہ.

(اضوء اللامع ٦/١٨٨)

(ب) وقد انفرد عن علماء مذھبہ الذین أدرکناھم بالتقدم فی ھذا الفن وصار نبیھھم من أجلۃ شانہ. (اضوء اللامع ٦/ ١٨٧)

(ت) عرف بقوۃ الحافظ و الذکاء وأشیر إلیہ بالعلم وأذن لہ غیر واحد بالإ فتاء والتدریس. (اضوء اللامع ٦/١٨٥)

(ث) العلامۃ، الأوحد، الحافظ، أحد الاعیان، ممن تصدی للعلم إقراء او تصنیفاً وإرشادا، فکثرت طلبۃ و تصانیفہ، واجتمع فیہ من المحاسن ماتفرق فی غیرھب، و ترجح علی غیرہ من علماء مذھبہ ھذا الشان والتوسع فی الادب وحسن المحاضرۃ، مع تقدم من لم یبلغ نشاوہ علیہ.

(وجیز الکلام فی الذیل علی دول الاسلام ٢/ ٨٥٩)

٧۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

أخذ عنہ الفضلاء فی فنون کثیرۃ و صار المشار إلیہ فی الحنفیۃ، ولم یخلف بعد لا مثلہ. (البدر الطالع ٢/ ٤٦)

٨۔ امام ابن حجر الہیتمیؒ لکھتے ہیں۔

الامام الحافظ الذی انتھت إلیہ ریاسۃ مذھب أبی حنیفۃ.

(البدر الطالع ٢/ ٤٦)

٩۔ امام لکھنویؒ لکھتے ہیں۔

وقد طالعت من تصانیفہ فتاواہ وشرح مختصر المنار و رسائل کثیرۃ کلھا مفیدۃ علی تبحرہ فی فن الفقۃ والحدیث و غیرھما.

(فھرس ٢/ ٩٧٢)

١٠۔ علامہ عبدالحی الکتانیؒ لکھتے ہیں۔ الامام الحافظ. (فھرس فھارس ٢/ ٩٧٢)

١١۔ علامہ محمد بن جعفر الکتانیؒ لکھتے ہیں۔

الحافظ زین الدین ابو لعدل قاسم بن قطلوبغا الحنفی من تلامیذ الحافظ ابن حجر. (الرسالۃ المستطرفۃ)

١٢۔ مولانا مبارکپوریؒ لکھتے ہیں۔

ولم یخلف بعدہ مثلہ ولہ مولفات. (مقدمہ تحفۃ الا حوذی ص ٢٩٣)

١٣۔ شیخ محمد زاہد الکوثریؒ لکھتے ہیں۔

العلامۃ صاحب الفنون الحافظ الفقیہ. (مقدمہ منیۃ الالمعی ص ٢)

١٤۔ امام احمد الادنروی لکھتے ہیں۔" وکان عالما متفننا فی انواع العلوم.

(طبقات المفسرین ١/ ٣٤٤)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدث مورخ حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ کو محدثین قابل اعتبار اور ثقہ مانتے ہیں۔ ایک اہم بات پر توجہ ضرور مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ زبیر علیزئی صاحب ہر اس محدث پر جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جن کی تحقیق سے ان کو اختلاف ہوتا ہے۔

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ حنفی کی توثیق ماہنامہ سوئے حجاز دسمبر ٢٠٠٨ء میں ١٣ محدثین کے اقوال سے ثابت کردی گئی تھی اور ساتھ علامہ برہان الدین بقاعی کی جرح کا اجمالی جواب

سوئے حجاز جنوری ۲۰۰۹ء میں دے دیا گیا تھا۔ تقریباً 1 سال کا عرصہ ہونے کو ہے محترم زبیر علیزئی کا نہ تو کوئی جواب آیا اور نہ ہی رجوع کیا۔

اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ امام بقاعیؒ کی شخصیت کا محدثین کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیلاً جائزہ لیا جائے۔ علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام نے جرح خصوصاً ابن عربی اور ابن الفارض کی تکفیر کرنے پر کی ہے۔

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ نے ابن عربی اور ابن الفارض کا خوب دفاع کیا۔ علامہ بقاعی کی یہ عادت تھی کہ جو ان پر جرح کرتا، امام بقاعی اس پر جرح کر دیتے تھے۔

(دیکھیے الضوء الامع 110/1-111 البدر الطالع 20/1)

لہٰذا اس بنا پر علامہ بقاعیؒ نے قاسم بن قطلو بغاؒ پر بھی جرح کی۔ لہٰذا علامہ بقاعیؒ کی جرح قابل قبول ہو نہیں سکتی ہے۔

علامہ برہان الدین بقاعیؒ پر محدثین کرام کی جرح

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام نے صرف اجمالی جرح ہی نقل نہیں کی بلکہ ان کے رد میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۱۔ امام شمس الدین سخاویؒ کی تحقیق:۔

امام سخاویؒ نے امام بقاعی کے رد میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اور اپنی تحقیق کو ضبط قلم کیا تا کہ علامہ بقاعیؒ کے افکار کا مکمل احاطہ ہو سکے۔

(ا) احسن المساعی فی ایضاح حوادث البقاعی

(جواهر الدر ۱/۱۷۳)

(ب) الاصل الاصیل فی تحریم النقل من التوراة والانجیل

(الضوء اللامع ۱/۱۰۵)

(ت) القول المالوف فی رد علی منکر المعروف

(بدائع الزهور ۳/۳۸)

۲۔ امام شہاب الدین احمد بن موسیٰ المتبوذیؒ کی تحقیق:۔

امام احمد بن موسیٰ المتبوذیؒ نے علامہ بقاعیؒ کے رد میں مندرجہ ذیل کی کتابیں تصنیف کیں۔

(ا) الرد علی البقاعی فی انکار قول یادائم العروف

(الضوء اللامع ۲/۲۲۹)

(ب) المدالفائض فی الذب عن ابن الفارض (الضوء اللامع ۲/۲۲۹)

۳۔امام شمس الدین محمد بن محمد البلاطنسی الشافعیؒ کی تحقیق:

امام شمس الدین البلاطنسی شافعیؒ نے علامہ بقاعیؒ کے رد میں مستقل کتاب لکھی۔

تقبیت قواعد الارکان بان لیس فی لامکان ابدع.

(اس کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریۃ میں موجود ہے۔)

۴۔امام جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق:۔

امام جلال الدین سیوطیؒ جو کئی کتابوں کے مصنف اور ایک بلند پایہ محدث ہیں۔ انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں علامہ بقاعی کے رد میں لکھی۔

(ا) تشبید الارکان مں لیس فی الامکان ابدع مماکان

(کشف النظنون ۳۰۸)

(ب) تنبیہ الغبی بتبر ئتہ ابن عربی (کشف الظنون ۴۸۸)

راقم کے پاس اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

(ت) قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض (بدائع الزهور ۴۸/۳)

۵۔ امام محمد بن جمعۃ الشیبانیؒ کی تحقیق:۔

امام محمد بن جمعۃ الشیبانی نے امام بقاعی کا رد لکھا۔ اور کمال تحقیق پیش کی۔

تریاق الافاعی فی الرد علی خارجی البقاعی (قلمی نسخہ مکتبہ آصفیہ حیدرآباد دکن) میں موجود ہے۔

۶۔محدث محمد بن حامد شافعیؒ کی تحقیق:۔

امام محمد بن حامد شافعیؒ نے علامہ بقاعی کا رد کیا اور مستقل ایک کتاب لکھی۔

الدلیل والبرھان علی انہ لیس فی الامکان ابدع (اس کا قلمی نسخہ امریکہ میں موجود ہے۔)

۷۔محدث عبدالرحمٰن بن محمد السطاوی کی تحقیق:۔

دیگر محدثین کرام کی طرح محدث عبدالرحمٰن بن محمد السطاوی نے بھی امام بقاعی کے رد میں کتاب لکھی۔

السیف الحسام فی الذب عن کلام حجتہ الاسلام (قلمی نسخہ امریکہ)

۸۔ محدث بدرالدین کی تحقیق:۔

محدث بدرالدین ابن الغرس نے بھی ابن الفارض کا دفاع کیا اور علامہ بقاعی کے افکار کا مکمل رد ضبط قلم کیا۔

کتاب فی دفاع بن الفارض (بدائع الزهور ۴۸/۳)

خلاصہ تحقیق:

اس مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ محدث قاسم بن قطلو بغا پر علامہ بقاعی کی جرح صرف معاصرانہ چپقلش پر مبنی تھی اور علامہ بقاعیؒ خود بھی مختلف فیہ ہیں۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب کے اپنے اصول کے مطابق علامہ بقاعی کی جرح باطل اور مردود ہے۔ اور محدثین کرام کے فیصلے کی روشنی میں امام قاسم بن قطلو بغاؒ کی ثقاہت بالکل واضح ہے۔

نوٹ :۔

زبیر علیزئی صاحب نے امام قاسم بن قطلو بغاؒ پر جرح علامہ بقاعیؒ سے صرف اسلئے نقل کی کہ امام قاسم بن قطلو بغا حنفی نے اپنی کتاب تخریج الاحادیث اختیار میں مصنف ابن ابی شیبۃ سے تحت السرۃ یعنی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث نقل کی۔ اور مصنف ابن ابی شیبۃ کا قلمی نسخہ سے احتجاج کیا۔ کیونکہ یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کے مسلک کے خلاف ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب نے محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر ہی جرح کردی۔ مگر اپنے ارادوں میں زبیر علیزئی صاحب ناکام ہی نظر آتے ہیں۔

نکتہ:۔

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ کی توثیق میں نے سوئے حجاز (ماہانہ رسالہ) لاہور، دسمبر ۲۰۰۸ میں بھی کی تھی۔ تقریباً 1 سال ہوگیا ہے مگر زبیر علیزئی صاحب کی طرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ زبیر علیزئی صاحب قاسم بن قطلوبغا کی ثقاہت سے متفق ہیں۔

زبیر علیزئی کی اسماء الرجال میں من مانیاں

زبیر علیزئی صاحب نے محدث مؤرخ حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ (جو کہ حافظ بن حجرؒ کے شاگرد ہیں) کو امام سخاویؒ کی کتاب الضوء اللامع سے امام بقاعیؒ کے حوالے سے کذاب لکھا۔ جس کا جواب تو ہو چکا ہے۔ مگر عوام الناس کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مسلکی تعصب تو اتنا زیادہ ہے کہ جب مطلب کی بات ہوئی تو سخاوی کی کتاب سے استدلال کرلیا۔ مگر جب اپنے

مسلک پر اثر پڑا تو امام سخاویؒ پر اعتراض اور جرح کر ڈالی۔

زبیر علیزئی اپنی کتاب فضائل درود و سلام ص ۱۹ پر لکھتے ہیں۔ ''سخاوی نامی ایک صوفی نے بھی اس روایت (عراقی) کی جرح نقل کی ہے۔ یہ سخاوی وہی ہے جس کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم........ یعنی زندہ جاوید ہیں.......... اسی کے رد میں سیوطی (متساہل اور حاطب اللیل) نے الکاوی (داغ لگانے والی، جلانے والی) کتاب لکھی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ۲/۱۳۸۲''

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ زبیر علیزئی صاحب کس طرح اصول الحدیث اور اسماء الرجال سے کھیلتے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ اصول اسماء الرجال کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ قارئین نے خود ملاحظہ کرلیا ہوگا کہ امام سیوطیؒ جس کو زبیر علیزئی خود حاطب اللیل اور متساہل لکھتے ہیں اُن کے قول سے سخاویؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی کوشش کی اور سخاویؒ کی کتاب سے قاسم بن قطلو بغاؒ کو مجروح کرنے کی ناکام سعی کی۔ اس طرح کا رویہ انتہائی خطرناک اور عام لوگوں کیلئے گمراہی ہے۔ لہٰذا اسماء الرجال کے معاملے میں زبیر علیزئی پر اعتماد صحیح نہیں بلکہ گمراہی ہے بلکہ عوام الناس کو ان کی تحریر پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ زبیر علیزئی نے میدان اسماء الرجال میں مسلکی تعصب کی وجہ سے گمراہی پھیلانا شروع کردی ہے۔ اور عام لوگوں کیلئے زبیر علیزئی کی تحریریں یا کتابیں پڑھنا گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔

"مصنف ابن ابی شیبة"
میں تحریف کی حقیقت

﴿غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب
کے مضمون کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ﴾

"مصنف ابن ابی شیبة" میں تحریف کی حقیقت

عرصہ دراز سے حضرت وائل بن حجرؓ والی حدیث زیر بحث رہی ہے۔ طرفین کی جانب سے اس حدیث میں تحت السرۃ کے الفاظ پر اپنے تحفظات اور ثبوت کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ اس حدیث میں تحت السرۃ کے الفاظ کا ذکر محدث قاسم بن قطلو بغاؒ نے اپنی کتاب تخریج الاحادیث الاختیار قلمی ص ۲۷/ب نسخہ مکتبہ فیض اللہ استنبول، ترکی برقم: ۲۹۲ میں کیا اور ایسے نسخہ پر انتباہ کیا ہے جس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود تھے۔ مگر کچھ عرصہ سے غیر مقلدین حضرات کا مطالبہ تھا کہ ایسا نسخہ بتائیں جس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہوں۔

کچھ عرصہ قبل ۲۰۰۶ میں مصنف ابن ابی شیبۃ کا محقق نسخہ دارا القبلۃ الاسلامیہ علوم القرآن سے شیخ محمد عوامہ کی تحقیق سے شائع ہوا۔ جس میں شیخ محمد عوامہ نے ۳/۳۲۰ مصنف ابن ابی شیبۃ تحقیقی پر ایسے نسخہ پر مطلع کیا، جس میں تحت السرۃ کے الفاظ صریح ثابت تھے۔ مگر حقیقت ماننے کی بجائے غیر مقلدین حضرات نے اس حدیث اور مصنف ابن ابی شیبۃ کے قلمی نسخوں پر اعتراضات کرنے شروع کردیے۔

اور انھی اعتراضات میں نہایت محترم ارشاد الحق اثری صاحب کا مضمون "المصنف لابن ابی شیبۃ میں تحریف شیخ محمد عوامہ کی جسارت" جو رسالۃ الاعتصام، لاہور، جلد ۵۹، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔

ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنے مضمون میں حقیقت پسندی کی بجائے شیخ محمد عوامہ پر کافی برہمی کا اظہار کیا۔ میں نے ارشاد الحق اثری صاحب کا مضمون کافی غور سے پڑھا اور شیخ محمد عوامہ کی تحریر کا بھی نہایت گہرائی سے مطالعہ کیا مگر تقابلی جائزہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا یہ تحریر اس کا واضح ثبوت ہے۔

محترم ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے مضمون کا انحصار زیادہ تر علامہ حیات سندھیؒ کی کتاب ''فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور'' اور علامہ حیات سندھی کا رسالہ ''درۃ فی اظہار غش نقد الصرۃ'' پر ہی ہے۔ ان کتابوں میں کیے گئے سوالوں کا جواب علامہ ہاشم سندھیؒ اور علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب ''فوز الکرام'' میں دے چکے ہیں۔ اس مضمون میں شیخ محمد عوامہ پر جو اعتراض وارد کیے گئے ہیں میری کوشش ہوگی کہ ان کا تفصیلی جائزہ تحقیق کی روشنی میں لیا جائے۔

شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۲۰ رقم: ۳۹۵۹ پر حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضی زبیدیؒ کے نسخوں سے نقل کیے ہیں۔ شیخ محمد عوامہ لکھتے ہیں۔

"تحت السرۃ زیادۃ ثابتۃ فی ت ، ع کمایری القاری الکریم صورتهما فی مقدمة هذا المجلد" ۳/۳۲۰، رقم: ۳۹۵۹ شیخ محمد عوامہ "تحت السرۃ" کے ثابت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ فهاتان نسختان ثبت فیهما "تحت السرۃ" شیخ محمد عوامہ نے ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ثابت ہونے پر ۳ مزید نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے ان نسخوں میں شامل ہیں۔

۱۔ نسخہ علامہ قاسم بن قطلوبغا۔

۲۔ نسخہ علامہ عبد القادرؒ۔

۳۔ نسخہ علامہ محمد اکرم سندھیؒ شامل ہیں۔ (مصنف ۳/۳۲۱) تحقیق شیخ محمد عوامہ۔

مگر اس پر ارشاد الحق اثری صاحب نے متعدد اعتراضات کیے ہیں۔ ان کا تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

اعتراض نمبر ۱:۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۳ پر لکھتے ہیں:

''شیخ محمد عوامہ کے اشارہ کے مطابق ہم نے ان دونوں کا عکس بھی دیکھا اور ان دونوں نسخوں کا جو تعارف انھوں نے المصنف کے نسخوں کی تفصیل کے ضمن میں پیش کیا اسے بھی دیکھا لیکن انھی کی تفصیلات کے ''تحت السرۃ'' کا یہاں اضافہ صحیح نہیں کیونکہ شیخ محمد عابد سندھیؒ مرحوم کے نسخہ کے متعلق خود شیخ محمد عوامہ نے وضاحت کر دی ہے کہ (هی نسخة للاستئناس لا للاعتماد علیها) یعنی کہ یہ نسخہ مانوس ہونے کے لیے ہے۔ اس پر اعتماد کے طور پر نہیں۔ لہٰذا جب اس نسخہ کی یہ غیر یقینی پوزیشن خود انہوں نے بیان کر دی تو اس پر اعتماد محض مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں تو اور کیا ہے۔''

الجواب:۔ محترم ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ عابد سندھی محدث مدینہ المنورہ کے نسخہ پر شیخ محمد عوامہ کے حوالے سے اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ کسی بھی محقق کی تحقیق کا صحیح جائزہ اس کے منہج اور طریقہ کار سے ہی ہوتا ہے۔ محترم ارشاد الحق صاحب کو شیخ محمد عوامہ کے طریقہ کار اور منہج کا ادراک نہیں ہے لہٰذا ان کا شیخ محمد عوامہ پر اعتراض مناسب نہیں ہے۔

شیخ محمد عوامہ کی رائے

شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبۃ کی تحقیق ۱۴ قلمی نسخوں سے کی ہے اور ان تمام قلمی نسخوں کے بارے میں شیخ محمد عوامہ کیا رائے رکھتے ہیں؟ ارشاد الحق اثری صاحب اس کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

شیخ محمد عوامہ ان تمام ۱۴ قلمی نسخوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"بعث ان مجموعها يورث طمانينة تامة لصحة نص الكتاب وتمامه إن شاء الله تعالىٰ، أما كل نسخة منها على انفراد فلا"

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱/۲۷ بتحقیقی شیخ محمد عوامہ)

مفہوم:۔ مصنف ابن ابی شیبۃ کے مجموعہ سے اس کی صحت کے بارے میں اطمینان ہوتا ہے اور کوئی ایسا نسخہ نہیں جس پر انفرادی طور پر اعتماد کیا جا سکے۔

شیخ محمد عوامہ کی اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ ان کا مذکورہ اعتراض صرف علامہ عابد سندھیؒ کے ہی نسخہ پر ہی نہیں بلکہ باقی تمام قلمی نسخوں پر بھی ہے لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر شیخ محمد عوامہ کے حوالے سے اعتراض اور اس پر اعتماد نہ کرنا دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔ اگر انکار کرنا ہے تو تمام مجموعہ کو نا قابل اعتبار ٹھہرائیں۔

شیخ محمد عوامہ کا منہج و طریقہ کار

شیخ محمد عوامہ کا ۱۴ قلمی نسخوں میں کسی ایک انفرادی طور پر اعتماد کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ بھی شیخ محمد عوامہ خود لکھتے ہیں۔

فقد تقدم وصفي للنسخ الخطية التي يسر الله تعالى لي الوقوف عليها، وتقدم أني لم أقف على نسخ أو نسخة يمكنني أن اجعلها اصلاً اصيلاً. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۵۱ بتحقیقی)

مفہوم:۔ میں نے قلمی نسخوں کے وصف بتائے جس پر مطلع ہو سکا۔ مگر میں کسی ایک نسخہ (مصنف ابن ابی شیبۃ) پر مطلع نہ ہو سکا جس پر نسخہ اصل کا اطمینان ہو سکے۔

شیخ محمد عوامہ کی اس وضاحت سے یہ بالکل عیاں ہو گیا کہ ان کا علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سمیت کسی نسخہ پر انفرادی طور پر اعتماد نہیں، کیونکہ ان نسخوں میں کوئی نسخہ ام یا نسخہ اصل نہیں ہے۔ (نسخہ اصل یا نسخہ ام اس نسخے کو کہتے ہیں جو صاحب مصنف یا صاحب کتاب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یا اس کے سامنے قرأت کی گئی ہو۔) ہر محقق کا اپنا تحقیقی انداز اور منہج ہوتا ہے۔

شیخ محمد عوامہ کی مصنف ابن ابی شیبۃ کی تحقیق کے علاوہ دوسری کتب پر تحقیق مثلاً سنن ابی داؤد، الکاشف امام ذہبی، تقریب التہذیب اور نصب الرایہ امام زیلعیؒ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی کوشش ہمیشہ نسخہ اصل پر تحقیق کی ہوتی ہے اس طرح کا تحقیقی ذوق کے محقق کو

مصنف ابن ابی شیبۃ کا ایسا کوئی قلمی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا جو صاحب کتاب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو۔ (یا کتاب اس کے سامنے قرات کی گئی ہو۔) لہٰذا ان کا ان نسخوں پر اعتماد نہ ہونا، ان کے تحقیقی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب کو صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کو ناقابل اعتماد کہنا صحیح نہیں ہے۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو مصنف ابن ابی شیبۃ کے مکمل مجموعے پر کیجئے۔ کیونکہ ان تمام نسخوں میں وہی علت موجود ہے جس کو شیخ محمد عوامہ نے بیان کیا ہے اور وہ شرائط موجود نہیں جو ارشاد الحق اثری صاحب بیان کر رہے ہیں۔

نکتہ:۔ تحقیق کے میدان میں کسی ایک شخص کی تحقیق کو کامل کہنا بھی غلط ہے تحقیق میں ہمیشہ جانبین کے دلائل اور ثبوت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

محدث عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت

شیخ عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ دیگر محققین کی تحقیق سے بخوبی ہوتا ہے۔ شیخ عابد سندھیؒ کے نزدیک بھی اس نسخہ کی حیثیت مسلمہ ہے۔

شیخ محمد عابد سندھیؒ نے اس نسخہ سے اپنی دیگر کتابوں میں بھی استدلال کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ عابد سندھی کے نزدیک بھی اس نسخہ کی اہمیت تھی۔ علامہ عابد سندھی اپنی معرکۃ آراء کتاب طوالع الانوار علی الدر المختار میں اس حدیث کے بارے لکھتے ہیں۔

"حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل عن ابیه قال: رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة

ورجاله کلهم ثقات أثبات." (طوالع الانوار ۱/۶۲۰، قلمی نسخہ الازهریه)

جب صاحب نسخہ کو اس پر اعتماد ہے تو اس پر کسی کا اعتراض قابل سماعت نہیں ہو سکتا چاہے وہ کتنا ہی بڑا محقق کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نسخہ کے بارے میں جتنا علم صاحب نسخہ کو ہوتا ہے، دوسروں کو اتنا علم نہیں ہوتا۔ اصول ہے کہ جاننے والے کو نہ جاننے والے پر فوقیت ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ علامہ عابد سندھیؒ نے مصنف ابن ابی شیبۃ کی کتابت ۱۲۲۹ھ میں کروائی جبکہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب طوالع الانوار کی تالیف ۱۲۳۳ھ میں شروع کی اور ۱۲۵۱ھ میں مکمل ہوئی لہٰذا معلوم ہوا کہ طوالع الانوار محدث علامہ عابد سندھی کی متاخر کتابوں سے ہے اور اس کی کتابت اور تالیف مصنف ابن ابی شیبۃ کی کتابت کے بعد ہوئی ہے۔ شیخ محمد عابد سندھیؒ کا اپنی متاخر کتاب طوالع الانوار میں اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبۃ کے حوالے سے نقل کرنا مصنف ابن ابی شیبۃ کے اس نسخہ کی اہمیت مزید مسلم کر دیتی ہے۔ طوالع الانوار قلمی مخطوطہ کا عکس ملاحظہ کریں۔

نکتہ:۔ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر اعتماد مفید ہے کیونکہ علامہ عابد سندھی احادیث کے نسخوں کی کتابت انتہائی محدثانہ طریق پر کرواتے تھے۔ جس کا اندازہ ان کی صحاح ستہ کی کتابوں کا ایک جلد میں نقل کرنا اور ان نسخوں کا تقابل کرنا شامل ہے۔ علامہ عابد سندھی نے اپنے لیے صحاح ستہ (جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور موطا امام مالک) کو ایک جلد میں نقل کیا اور اس جلد کے کل ۵۷۵ لوحات ہیں۔ اس جلد میں انہوں نے جو تقابل کیا وہ حسب ذیل ہے۔ اس نسخہ کی کتابت ۱۱ رمضان ۱۲۲۱ھ کو مکمل ہوئی۔

۱۔ شیخ عابد سندھی نے موطاء امام مالک کا تقابل ۲۲ رمضان ۱۳۲۱ھ کو مکمل کیا۔

۲۔ صحیح مسلم کا آخری نصف ۲۴ شوال ۱۳۲۱ میں تقابل مکمل کیا۔

۳۔ صحیح نسائی کا تقابل ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ کو مکمل کیا۔

۴۔ جامع ترمذی کا تقابل ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ کو مکمل کیا۔

۵۔ سنن ابوداؤد کا تقابل صفر ۱۳۲۲ھ کو مکمل کیا۔

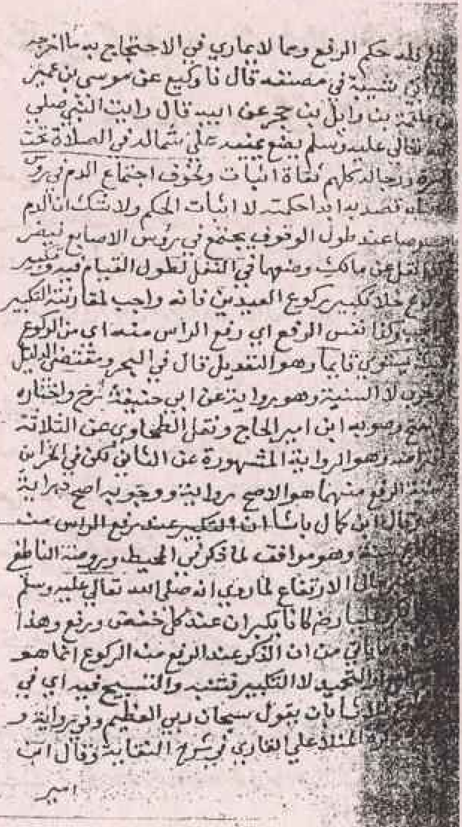
۶۔ صحیح مسلم کا پہلا نصف ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ کو مکمل کیا۔

۷۔ صحیح بخاری کا تقابل ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ کو مکمل کیا۔

اس طرح اس مجموعہ کا تقابل ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ کو شروع ہوا اور ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ کو مکمل ہوا۔

علامہ عابد سندھی کے اس محدثانہ طریق اور نسخوں کے تقابل کا احتیاط یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ پر بھی مکمل طور پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض فضول اور باطل ہے۔

طوالع الانوار کے قلمی نسخہ کا عکس


ولہ حکم الرفع وبما لا یماری فی الاحتجاج بہ ما اخرجہ
ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال نا وکیع عن موسی بن عمیر
عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی صلی
اللہ تعالی علیہ وسلم یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت
السرۃ ورجالہ کلہم ثقات اثبات وتخوف اجتماع الدم فی رؤس
[illegible] تصلح ابدا حکمۃ لا اثبات الحکم ولا شک ان الدم
[illegible] عند طول الوقوف یجتمع فی رؤس الاصابع [illegible]
[illegible] عن مالک وضعہا فی النفل لطول القیام فیہ [illegible]
[illegible] خلا تکبیر رکوع العیدین فانہ واجب لمقارنتہ التکبیر
[illegible] وکذا نفس الرفع ای رفع الراس منہ ای من الرکوع
[illegible] یستوی قایما وھو التعدیل قال فی البحر ومقتضی الدلیل
[illegible] لا السنیۃ وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ [illegible] واختارہ
[illegible] وصوبہ ابن امیر الحاج ونقل الطحاوی عن الثلاثۃ
[illegible] وھو الروایۃ المشہورۃ عن الثانی لکن فی الخزائن
[illegible] الرفع منہما ھو الاصح روایۃ ووجوبہ اصح درایۃ
[illegible] ابن کمال باشا ان التکبیر عند رفع الراس منہ
[illegible] وھو موافق لما ذکر فی المحیط وروضۃ الناطفی
[illegible] الارتفاع لما روی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
[illegible] لا نا نکبر ان عند کل خفض ورفع وھذا
[illegible] من ان الذکر عند الرفع منہ الرکوع انما ھو
التحمید لا التکبیر فتنبہ والتسبیح فیہ ای فی
[illegible] بان یقول سبحان ربی العظیم وفی روایۃ و
[illegible] علی القاری فی شرح النقایۃ وقال ابن
امیر

غیر مقلدین کے اکابر علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کا نسخہ علامہ عابد سندھیؒ پر اعتماد

غیر مقلدین حضرات کے مسلمہ اکابر علامہ سید رشد اللہ شاہ راشدی صاحب بھی علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ (مصنف ابن ابی شیبۃ) کے قابل اعتماد ہونے کے قائل ہیں۔ لہذا پیر محب اللہ شاہ راشدی کے لائبریری میں مصنف ابن ابی شیبۃ کا جو نسخہ اب بھی موجود ہے اور غیر مقلدین حضرات اپنی تحریروں اور مناظروں میں اس مخطوطے کو بڑی شان سے پیش کرتے ہیں۔ علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب اس مصنف ابن ابی شیبۃ کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وعلیه نسختی للمصنف المنقولة من نسخة المصنف للشیخ محمد عابد سندھی الموجود فی مکتبة المحمودیه الواقعة فی المدینة المنوره"

ترجمہ:۔ یہ نسخہ شیخ محمد عابد سندھی کے نسخہ سے نقل کیا گیا۔ ان کا نسخہ اس وقت بھی مکتبہ محمودیہ مدینہ منورۃ میں موجود ہے۔ (درج الدرر فی الایدی علی الصدر، ص ۶۲ قلمی)

جب مکتبہ راشدیہ میں موجود قلمی نسخہ کو صاحب نسخہ رشد اللہ شاہ راشدیؒ صاحب نے علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل کیا اور اس پر کلیتاً اعتماد کیا تو پھر موجودہ غیر مقلدین حضرات خصوصاً محترم ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے پر اعتماد کیوں نہیں؟ غیر مقلدین حضرات کے مسلمہ اکابر علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب محدث علامہ عابد سندھیؒ کے دور

کے نزدیکی شخصیت ہیں اور ان کو علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کی اہمیت کے بارے میں آجکل کے محققین سے زیادہ علم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر اعتماد ان کے اکابر کو بھی ہے۔ لہذا اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اگر انکار کرنا ہے تو پھر مکتبہ راشدیہ سندھ کے مخطوطہ کا انکار کیجئے (کیونکہ یہ نسخہ علامہ عابد سندھی کے نسخے سے نقل کیا ہے۔ جب اصل صحیح نہیں تو نقل کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔) حالانکہ اب تک ارشاد الحق اثری صاحب اور دیگر غیر مقلدین حضرات اس نسخہ کا دفاع کرتے ہیں لہذا اثری صاحب کا اعتراض غلط ہے۔

عرب محققین (حمد بن عبد اللہ اور محمد بن ابراہیم) کا نسخہ علامہ عابد سندھی پر اعتماد

علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبد اللہ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان کا اعتماد ہے۔ ان دونوں محققین نے مصنف ابن ابی شیبۃ کی تحقیق کا کام سر انجام دیا۔ جو مکتبہ الرشد سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ محققین علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وھی نسخة کاملة ولا بأس بھا" یعنی یہ نسخہ کامل اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ بتحقیق محمد بن عبد اللہ الجمعۃ ۱/۳۶۸)

معلوم ہوا کہ عرب محققین شیخ حمد بن عبد اللہ الجمعۃ اور شیخ محمد بن ابراہیم اللحیدان کا بھی اعتماد نسخہ علامہ عابد سندھی پر ہے اور ارشاد الحق اثری صاحب کا اس نسخہ پر اعتراض دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔

نوٹ:۔ جب مکتبہ محمودیہ کے مصنف ابن ابی شیبۃ کے نسخہ غیر مقلدین کے اکابر محترم رشد اللہ شاہ راشدی صاحب اور عرب محققین احمد بن عبد اللہ اور محمد بن ابراہیم کو اعتماد ہے اور

اس نسخہ کی حیثیت مسلمہ ہے۔ تو محترم ارشاد الحق اثری صاحب اس کو ماننے سے انکار کیوں کرتے ہیں؟ کیا شیخ محمد عوامہ کے ایک بے عمل قول سے اس نسخہ کا انکار مسلکی حمایت کا شاخسانہ تو نہیں؟ اُمید ہے کہ اثری صاحب ان اکابرین اور محققین کی تحقیق سے انکار نہیں کریں گے اور اپنے قول سے رجوع کریں گے۔

علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخہ کا عکس



اعتراض نمبر۲:۔ اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۱۳ پر اعتراض کرتے ہیں۔

''یہ نسخہ قابل اعتماد کیوں نہیں؟ اس کا اشارہ بھی شیخ محمد عوامہ نے خود کر دیا کہ ''لیست بخطہ'' یہ شیخ محمد عابد سندھی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں بلکہ انھوں نے اسے محسن بن محسن الزراقی سے ۱۲۲۹ھ میں لکھوایا تھا شیخ سندھی نے اس کی ابتداء میں صرف اس کے ابواب کی فہرست لکھی ہے۔ اس نسخہ کا تقابل اصل نسخہ سے ہوا؟ اور جس اصل سے شیخ سندھی کے لیے نقل کیا اس کی استنادی پوزیشن کیا ہے؟ یہ تفصیل بھی شیخ محمد عوامہ نے نہیں لکھی۔

الجواب:۔ محترم ارشاد الحق اثری صاحب جو اعتراض اس نسخہ پر کر رہے ہیں شاید انہیں بھی یہ معلوم نہیں کہ وہ اعتراض کر کیا رہے ہیں؟ صرف مسلکی تفاوت میں اعتراض پر اعتراض کرنا کوئی تحقیقی کام نہیں ہے۔ محترم ارشاد الحق اثری صاحب نے علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخہ کا بغور مطالعہ نہیں فرمایا۔ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ میں ہر حدیث اور اثر کے بعد ایک گول دائرہ ہے اور ہر گول دائرہ میں نقطہ لگا ہوا ہے۔ اس طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کے تقابل دوسرے اصل نسخہ سے تقابل ہوا ہے۔ جس سے اس نسخہ کی محدثانہ اہمیت کا اندازہ با آسانی لگایا جا سکتا ہے۔ تقابلی نسخے کی اہمیت کے بارے میں حافظ ابن کثیر کی کتاب اختصار علوم الحدیث ص ۱۳۰ اور خطیب بغدادی کی کتاب الجامع فی الاخلاق و آداب السامع ۱/۲۷۳ کا مطالعہ مفید ہے۔

☆ کسی نسخے کا صاحب نسخہ کے ہاتھ سے نہ لکھا جانا کوئی قابل التفات اعتراض نہیں ہے۔

☆ رہا محترم ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض کہ جس اصل سے شیخ سندھی کے لیے نقل کیا اس کی استنادی پوزیشن کیا ہے؟ یہ اعتراض بھی مکمل نا آگاہی پر مشتمل ہے۔ محترم

ارشاد الحق اثری صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی بھی ایک نسخہ میں یہ شرائط موجود نہیں ہیں اور میسر نسخوں میں کسی نسخے کی استنادی پوزیشن معلوم نہیں ہے۔ اثری صاحب کو صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے پر اعتراض کیوں؟ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟ کیا یہ علمی بد دیانتی نہیں کہ محقق کے مکمل اصولوں سے صرف نظر کیا جائے اور صرف اپنے مطلب کا اصول سامنے لایا جائے۔ شیخ محمد عوامہ سے کئی سو سال پہلے علماء احناف (محدث قاسم بن قطلوبغاؒ، علامہ ہاشم سندھیؒ، علامہ قائم سندھیؒ اور علامہ عابد سندھیؒ) نے ان نسخوں کے جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ لہٰذا احناف کا دعویٰ صرف شیخ محمد عوامہ کی تحقیق پر ہی مبنی نہیں بلکہ بہت سارے دیگر دلائل اور نسخوں کی بنیاد پر ہے۔

اعتراض ۳:۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

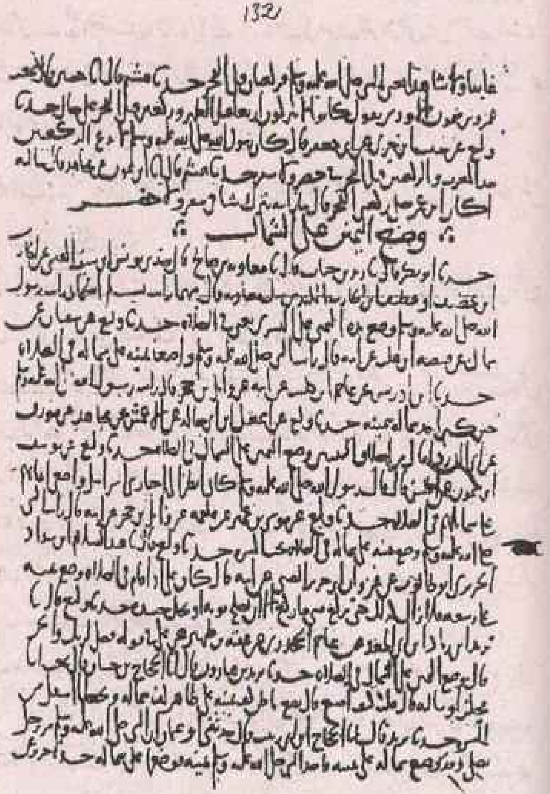
''رہا دوسرا نسخہ جو شیخ محمد مرتضیٰ الزبیدی حنفی کا ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے کہ ''ولا اعتماد علیھا مفید'' اس پر اعتماد مفید ہے۔ گویا اس پر بھی اعتماد یقینی نہیں۔ اعتماد کی گنجائش نہیں ہے۔

الجواب:۔ ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دلائل کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ ہم یہ پہلے کافی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ شیخ محمد عوامہ نے ۲ مقامات پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انہیں انفرادی طور پر کسی نسخے پر اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ ان نسخوں میں کوئی نسخہ اصل نہیں ہے۔ جب ایک محقق نے کتاب کی تحقیق کی ابتداء میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اسے کسی بھی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے پھر اس کی بے عمل تحریر پر پورے مضمون کا دارومدار رکھنا علمی میدان میں کوئی وزن نہیں رکھتا ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنے مضمون کا

دارومدار شیخ محمد عوامہ کی تحریر کی جزویات پر رکھا ہے۔ یہاں پر یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ علامہ مرتضی زبیدی کا نسخہ میسر قلمی نسخوں میں قدیم نسخہ شمار ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل انشاءاللہ اپنے مقام پر بیان ہوگی۔ علامہ مرتضی زبیدیؒ کا نسخہ اصل نسخہ سے تقابل شدہ نسخہ ہے اور اگر کسی مقام پر کوئی غلطی تھی تو اس کی اصلاح حاشیہ میں بھی کر دی گئی تھی۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۲ تحقیق محمد بن عبداللہ۔

علامہ مرتضی زبیدیؒ کے قلمی نسخہ میں بھی تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے دعویٰ کو مزید تقویت اور مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ (دیکھئے علامہ مرتضی زبیدیؒ کے قلمی نسخہ کا عکس)

علامہ مرتضی زبیدیؒ کے قلمی نسخہ کا عکس


132

وضع اليمين على الشمال

اعتراض نمبر۴:۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

''مگر اس نسخہ (شیخ مرتضی زبیدیؒ) میں بھی وہی نقص ہے جس کی طرف علامہ محمد حیات سندھی نے فتح الغفور میں اشارہ کیا ہے..... کاتب کی صرف نظر اثر نخعیؒ میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ مرفوع روایت کے ساتھ لکھ دیے گئے ہیں اور درمیان میں اثر کے الفاظ مع سند ساقط ہو گئے ہیں۔''

الجواب:۔ ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض صرف احتمال پر مبنی ہے۔

علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد عزیز اور تلمیذ علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب فوز الکرام میں لکھتے ہیں۔ ''او سھو من الکاتب'' فوز الکرام قلمی، ص ۴۶.

علامہ قائم سندھی اثر نخعیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ تحت السرۃ کے لفظ مرفوع روایت کے ساتھ لکھ دیئے گئے ہیں۔ علامہ قائم سندھیؒ نے فوز الکرام قلمی ص ۴۶ پر یہ وضاحت کی ہے کہ مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ ثابت ہیں۔ مگر اثر نخعیؒ معہ تحت السرۃ کے الفاظ شاید کاتب کی غلطی سے رہ گئے۔ لہذا انہوں نے علامہ حیات سندھی کے اس احتمال (کہ تحت السرۃ کے الفاظ اثر نخعی سے ہٹ کر مرفوع حدیث کے ساتھ لکھ دیے گئے) کی نفی اور رد کیا ہے۔

جب علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد علامہ قائم سندھیؒ نے اس اعتراض کا جواب کئی سو سال پہلے دے دیا تھا تو ارشاد الحق اثری صاحب کا اس اعتراض کو دوبارہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ قائم سندھیؒ کے اس جواب کا دارومدار دلائل پر مبنی ہے۔ کیونکہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ میں مرفوع اور اثر نخعیؒ دونوں کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے علامہ قائم

سندھیؒ کے جواب کو تقویت حاصل ہوتی ہے (کہ اثر نخعی بمع تحت السرۃ کے لفظ کے ساتھ شاید کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے) لہذا صرف اثر نخعیؒ کے ساقط ہونے سے پورے کا پورا نسخہ نا قابل اعتبار کیسے ہو سکتا ہے۔

اعتراض نمبر۵:۔ اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

''ہم حیران ہیں کہ جس نسخہ کو شیخ محمد عوامہ نے خود نا قابل اعتماد قرار دیا اس پر اعتماد کیسا؟ اور اس کے مقابلے میں جن چار نسخوں میں زیادت نہیں ان پر عدم اعتماد کیوں کر۔؟ حالانکہ کہ ان نسخوں میں ایک نسخہ وہ ہے جس کے بارے میں خود شیخ محمد عوامہ نے فرمایا ہے۔ ھی اقدم نسخۃ وقفت علیھا۔ کہ یہ نسخہ بھی اصل ہے۔ بھی مقابلہ شدہ ہے جس کی علامت انہوں نے خ دی ہے۔ اس سب سے صحیح اور قدیم نسخہ پر اعتماد کیوں نہیں؟ تین مزید نسخوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان چار نسخوں پر اعتماد نہ ہو جسے خود لا اعتماد علیھا کہہ کر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اس پر اعتماد کو پھر مذہبی طبیعت کا شاخسانہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟''

الجواب:۔ محترم اثری صاحب ایک بات کو بنیاد بنا کر پورا مضمون تشکیل دے رہے ہیں جو میرے مطابق صحیح نہیں ہے۔ متعدد بار محترم اثری صاحب نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ شیخ محمد عوامہ کو ان نسخوں علامہ عابد سندھی اور شیخ مرتضی زبیدیؒ پر اعتماد نہیں جبکہ یہ واضح ہے کہ شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۳۲۰ پر ان دونوں نسخوں پر اعتماد کر کے ہی تحت السرۃ کے الفاظ کو ثابت لکھا ہے۔ مگر ارشاد الحق اثری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مقدمہ میں شیخ محمد عوامہ نے اس بات کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے کہ انکو کسی بھی ایک انفرادی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۲۷ و ۵۱/۱)

ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ "جس کی علامت انھوں نے "خ" دی ہے اس سب سے صحیح اور قدیم نسخہ پر اعتماد کیوں نہیں؟" دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔ اول تو شیخ محمد عوامہ نے اس نسخہ "خ" کو صحیح نہیں لکھا کیونکہ شیخ محمد عوامہ کو کسی ایک انفرادی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے۔ دوسرا یہ نسخہ "خ" قدیم نسخہ بھی نہیں ہے۔ ارشاد الحق اثری اس امر سے بھی غافل رہے ہیں اس مقام پر مناسب ہے کہ مصنف ابن ابی شیبۃ کے مخطوطوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ قدیم ترین نسخہ کونسا ہے۔

نسخہ الشیخ محمد عابد سندھیؒ (ع)

وهی نسخة كاملة ولا باس بها

لائبریری: مکتبہ محمودیہ مدینۃ المنورہ۔ تاریخ نسخ: ۱۲۳۹ھ ۱۰ شعبان

نسخہ الشیخ محمد مرتضی زبیدیؒ (ت)

وهی نسخة متقنة مقابلة علی أصلها ومصححة الأخطاء فی هوامشها

(اس نسخہ کا مقابلہ اصل نسخہ سے ہوا اور حاشیہ پر غلطی کی تصحیح بھی ہیں۔)

لائبریری: مکتبہ دار الکتب الوطنیہ تیونس۔ تاریخ نسخ: صفر ۱۱۴۱ھ

نسخہ پیر جھنڈا (ش)

اغلاط و السقط و التحریف (اس نسخہ میں کافی غلطیاں اور تحریفات ہیں۔)

لائبریری: پیر جھنڈا۔ سندھ۔ تاریخ نسخ: ۱۳۱۶ھ۔ ۱۳۲۸ھ

نسخہ مکتبہ مراد ملا (م)

لائبریری: مکتبہ مراد ملا۔ ترکی۔ تاریخ نسخ: ۹۳۰ھ

نسخہ نور عثمانیہ (ن)

لائبریری: مکتبہ نور عثمانیہ ترکی تاریخ نسخ: ۱۰۸۸ھ

نسخہ الظاہریہ (ظ)

یہ نسخہ اول و آخر سے ناقص ہے۔ لائبریری: مکتبہ ظاہریہ دمشق۔ تاریخ نسخ: ۷۴۰ھ

نسخہ کوبریلی۔ خزانیہ۔ (خ)

ولوا کتملت هذا المخطوط۔ لائبریری: مکتبہ کوبریلی۔ ترکی تاریخ نسخ: ۹۴۸ھ

نسخہ المکتبہ ظاہریہ (المختصر)

لائبریری: مکتبہ ظاہریہ دمشق تاریخ نسخ: ۷۳۵ھ

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نسخہ "خ" قدیم نسخوں میں نہیں اس نسخہ کی تاریخ نسخ ۹۴۸ھ ہے۔ اس نسخہ کی تاریخ نسخ ۶۴۸ھ لکھنا غلطی ہے۔ (دیکھئے مکتبہ الرشد کا مطبوعہ نسخہ۔) جبکہ نسخہ "ت" علامہ مرتضی زبیدیؒ والا نسخہ ۱۱۴۱ھ کا نسخہ ہے جو قدیم نسخوں میں سے ایک نسخہ ہے اور اس نسخہ کا تقابل بھی اصل نسخہ سے ہوا۔ جس سے اس نسخہ کی اہمیت زیادہ ہے۔ کیا محترم ارشاد الحق اثری صاحب اس قدیم نسخہ "ت" (علامہ مرتضی زبیدی والا نسخہ) کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ ان کے نزدیک کیا چیز ہے جو اس قدیم نسخہ کا اعتبار نہیں کرتے؟

نسخہ "خ" (نسخہ کوبریلی) ۹۴۸ھ کو لکھا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ نسخہ علامہ مرتضی زبیدیؒ کے نسخے کے بعد لکھا گیا اور اس کو قدیم نسخہ کہنا تحقیق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ جبکہ مزید ۳ نسخے جو اس نسخہ کی تائید کرتے ہیں (جن کا تذکرہ ارشاد الحق اثری صاحب نے کیا ہے۔) ان میں نسخہ "ن" "نور عثمانیہ ۱۰۸۸ھ میں لکھا گیا جو علامہ مرتضی زبیدیؒ کے بعد کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔

نسخہ "ظ" ظاہریہ ۱۲۰۷ھ میں لکھا گیا۔ مگر یہ نسخہ اول اور آخر سے ناقص ہے اور تقریباً علامہ مرتضی زبیدیؒ کے دور کا نسخہ ہے نسخہ "ش" پیر جھنڈا ۱۳۱۷ میں لکھا گیا۔ اس نسخے میں کافی غلطیاں اور تحریفات ہیں اور یہ نسخہ بقول صاحب نسخہ علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔

یہ تمام ۳ نسخے (جن کو اثری صاحب مانتے ہیں) یا تو ناقص ہیں یا علامہ مرتضی زبیدیؒ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔ جب کہ ہم ان نسخوں کے انکار کے بھی قائل نہیں ہیں۔ میری تحقیق میں یہ سب اختلاف نسخ پر مبنی ہے۔ میرے خیال میں کسی نسخہ کا انکار صحیح نہیں کیونکہ ان سب نسخوں میں اختلاف صرف صاحب کتاب کے شاگرد اور پھر ان کے شاگردوں کے شاگرد کا اس کتاب کو روایت کرنا ہے لہٰذا احناف پر تحریف کا الزام ایک قبیح فعل ہے۔

نوٹ: کسی ایک ادارے کی غفلت یا گڑبڑ کرنے کا الزام احناف کو دینا صحیح نہیں ہے۔

ان تمام نسخوں کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ مرتضی زبیدی کا نسخہ ان تمام نسخوں سے تقریباً قدیم نسخہ ہے اور اصل نسخہ سے تقابل شدہ ہے لہٰذا اس پر عدم اطمینان غلط ہے۔ علامہ مرتضی زبیدی کے نسخے کا عکس ملاحظہ کریں.

اعتراض نمبر ۶:۔ اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

"یہی نہیں بلکہ مزید تعجب ناک بات یہ ہے کہ ان دو نسخوں (علامہ عابد سندھی اور علامہ زبیدی کے نسخوں) کے علاوہ تین اور نسخے بھی اس زیادت کے موید ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ قاسم کے نسخے کو علامہ زبیدیؒ والا نسخہ قرار دینے کے باوجود اسے ایک اور نسخہ کیوں کر باور کر لیا جاتا ہے۔"

الجواب:۔ شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبة ۱/۳۲۱ حاشیہ پر علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضی زبیدیؒ کے نسخوں کی تائید تین اور نسخوں سے کی ہے۔ ان نسخوں میں شامل ہیں۔

۱۔ نسخہ عبدالقادر بن ابی بکر الصدیق، مفتی مکة المکرمہ

۲۔ نسخہ علامہ محمد اکرم السندھیؒ۔

۳۔ نسخہ علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ

ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ قاسم بن قطلوبغا کے نسخے کو علامہ زبیدیؒ والا نسخہ قرار دینا غلط ہے۔ کیونکہ علامہ قائم سندھیؒ نے اپنی کتاب فوز الکرام ص ۴۶ قلمی پر اس بات کی تصریح کی ہے کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا کے پاس ۲ نسخے تھے ایک نسخے میں اثر نخعی ساقط تھا جبکہ دوسرے نسخے میں مرفوع روایت اور اثر نخعیؒ دونوں موجود تھے بلکہ ان ۳ نسخوں کے علاوہ ایک اور نسخہ تھا جس کا ذکر علامہ قائم سندھی شاگرد علامہ حیات سندھیؒ نے اپنی کتاب فوز الکرام میں کیا ہے۔

رأيتها انا بعيني في بلده تته من بلاد السند ذكر فيها حديث وائل بن حجر باربعة زيادة تحت السرة كمانقله قاسم وذكر اثر النخعي فيه بعده باربعة احاديث و ثبت هذا الزيادة في نسخه ثانيه في الحديث والاثر...... الخ

فوز الكرام ص ۴۶ قلمی

مفہوم:۔ علامہ قائم سندھیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے علاقہ ٹھٹھہ سندھ میں خود ایک ایسا نسخہ دیکھا جس میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کے بعد تحت السرة کی زیادہ موجود تھی جس طرح شیخ قاسم نے کہا اور اس نسخہ میں ابراہیم نخعیؒ کے اثر کے بعد چار احادیثیں اور اثر ہیں اور یہ زیادت تحت السرة اس نسخے میں ثابت ہے۔

علامہ قائم سندھیؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا ان تمام نسخوں کے علاوہ ایک اور نسخہ مخطوطہ سندھ میں موجود ہے، جس کو علامہ قائم سندھی نے خود دیکھا۔ اس نسخہ میں مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ ہونے میں کوئی شک وشبہ رہ نہیں جاتا۔ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے علاوہ ۴ اور قلمی نسخے ہیں جس میں تحت السرۃ کے الفاظ مرفوع حدیث کے بعد موجود ہیں۔

۱۔ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ

۲۔ نسخہ علامہ عبدالقادر بن ابی بکر الصدیقیؒ (کماذکرہ علامہ ہاشم سندھیؒ)

۳۔ نسخہ علامہ محمد اکرم سندھیؒ

۴۔ نسخہ مخطوطہ سندھ (کماذکرہ علامہ قائم سندھی فی فوز الکرام، ص ۹۴ قلمی)

معلوم ہوا کہ کل ۶ قلمی نسخے ہیں جس میں تحت السرۃ کی زیادت موجود ہے۔ لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا تحت السرۃ کے الفاظ مرفوع روایت میں موجود ہونے پر اعتراض باطل ہے۔ تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی تو غیر مقلدین حضرات کے اکابر کو بھی قبول ہے۔ علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

"فاعلم انه مسلم عندالطرفين ان فی بعض نسخ المصنف حديث وائل المبعوث فيه موجود مع تحت السرة ولابعضها هذ الزيادة غير موجودة"

(درج الدرر، ص ۶۲، قلمی)

ترجمہ:۔ طرفین کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ مصنف ابن ابی شیبۃ کے کسی نسخے میں زیر بحث حدیث کے آخر میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں اور کسی نسخہ میں مذکورہ حدیث کے آخر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کے نزدیک تحت السرۃ کے زیادت بعض نسخوں میں ثابت ہے تو محترم ارشاد الحق صاحب کا انکار کیوں؟ جبکہ کسی نسخے میں اثر نخعیؒ کا نہ ہونا صرف اور صرف کاتب کی غلطی ہے جبکہ اثر نخعیؒ کے ساقط ہونے سے پورے نسخے پر عدم اعتماد باطل اور اصولوں سے انحراف ہے۔

اعتراض نمبر ۷:۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۴۰ پر لکھتے ہیں۔

"مکتبہ راشدیہ کا یہ نسخہ راقم نے ایک سے زائد مرتبہ دیکھا اور اس سے استفادہ کیا اور اسی متعلقہ روایت کے حوالے سے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں مرفوع اور روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ قطعاً نہیں۔ یہی بات اس نسخہ کے حوالے سے محترم مولانا حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب نے اپنے رسالہ "نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں" کے ص ۳۷ پر حلفاً کہی کہ اس نسخے میں مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ بالکل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے حضرت سید محب اللہ شاہ راشدی صاحب کا وضاحتی بیان بھی ذکر کیا ہے کہ اس نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بصارت عطا فرمائی ہے وہ آج بھی مکتبہ راشدیہ میں اس نسخہ کو دیکھ کر تشفی کر سکتا ہے۔ شیخ محمد عوامہ بتائیں کہ کیا یہ تحریف کی بدترین جسارت نہیں ہے؟ اور کیا یہ سارے کرتب مذہبی حمایت میں روا نہیں رکھے جا رہے؟"

الجواب:۔ قابل غور بلکہ حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ عرصہ دراز سے یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی ہے اور غیر مقلدین حضرات کا کہنا تھا کہ مصنف ابن ابی شیبۃ میں لفظ تحت السرۃ موجود نہیں اور ان الفاظ کا اضافہ تحریف کے ذریعے کیا ہے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تحت السرۃ کا اضافہ احناف نے تحریف کے ذریعے نہیں بلکہ متعدد نسخوں کی بنا پر کیا ہے۔ کسی بھی اشاعتی ادارے کی غلط کاروائی سے علماء کرام دستبردار ہیں۔ اس مضمون کے

لکھنے سے پہلے کئی کتابیں (جن میں محترم زبیر علیزئی صاحب بھی شامل ہیں) زیر مطالعہ رہی ہیں۔غیر مقلدین حضرات تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی میں تحریف ثابت کرنے کے لیے مکتبہ راشدیہ سندھ میں موجود مصنف ابن ابی شیبۃ کے قلمی نسخے کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اس نسخے میں مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ موجود نہیں ہیں لہذا غیر مقلدین حضرات کو اس نسخے پر کافی اعتماد ہے۔اس نسخے میں کتنی غلطیاں اور تحریفات ہیں اسکا جائزہ لینے کے لیے ایک علیحدہ مضمون مرتب کرنا پڑے گا مگر فی الحال زیر بحث موضوع پر رہنا ہی مناسب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ کا نسخہ جو مکتبہ راشدیہ سندھ میں ہے خود صاحب نسخہ پیر علامہ راشد شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

"نسختی للمصنف المنقولة من نسخة المصنف للشیخ محمد عابد سندھی الموجود فی المکتبة المحمودیة الواقعة فی المدینة المنورہ"

ترجمہ:۔ یہ نسخہ شیخ محمد عابد سندھی کے نسخے سے نقل کیا گیا۔ان کا نسخہ اس وقت بھی مکتبہ محمودیہ ،مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

اس نسخے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز شیخ فتح محمد نظامانی نے ۱۳۱۷ھ میں اپنے قلم سے السید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کے لیے کیا اور ۱۳۲۱ھ کو مکمل کیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مکتبہ راشدیہ میں موجود مصنف ابن ابی شیبۃ کا نسخہ علامہ سندھیؒ کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے (مکتبہ راشدیہ کے مصنف ابن ابی شیبۃ کے قلمی نسخے میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔جبکہ علامہ عابد سندھیؒ کے اصل نسخے میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے

الفاظ واضح موجود ہیں۔) حیرانگی ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخے میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔مگر جب غیر مقلدین حضرات اور صاحب نسخہ پیر راشد اللہ شاہ راشدی نے اس نسخے کو نقل کروایا تو تحت السرۃ کے لفظ نقل نہیں کیے۔

ہم نے ان دونوں نسخوں کی حقیقت واضح کر دی ہے باقی تحریف کس نے کی ہے؟ نتیجہ اخذ کرنا ہم پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔کیونکہ میں السید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس غلطی کو کاتب کے سہو پر محمول کرتا ہوں۔کیونکہ حسن ظن رکھنا ہی ہمارے سلف صالحین کا طریقہ اور معمول رہا ہے۔اس گتھی کو سلجھانا تو غیر مقلدین حضرات کا کام ہے کہ نسخہ مکتبہ راشدیہ ،سندھ کے نسخہ میں تحت السرۃ کے الفاظ کیوں نہیں ہیں؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق کی طرف رجوع کون کون سے غیر مقلدین علماء کرتے ہیں۔یا تو علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت مان کر تحت السرۃ کے الفاظ کے قائل ہوں اور یا پھر نسخہ مکتبہ راشدیہ، سندھ کا انکار کر دیں۔امید ہے کہ حق کی طرف رجوع ضرور ہوگا۔صرف مسلکی حمایت میں ایک واضح دلیل کا انکار کرنا خود علماء غیر مقلدین حضرات کے اپنے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔

اعتراض نمبر ۸:۔ محترم ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۲۵ پر لکھتے ہیں۔

"کوثری (شیخ محمد عوامہ) کے تعصب کا اندازہ کیجئے کہ وہ شیخ محمد ہاشم کا ذکر خیر تو "الشیخ محمد ہاشم السندی" کے الفاظ سے کرتا ہے مگر شیخ محمد حیات کے بارے میں صرف "محمد حیات" لکھتا ہے۔اثری صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"ان کے تعصب کی آگ اس پر سرد نہیں ہوئی بلکہ محمد حیات کے تعارف میں مزید لکھتا ہے:

"وہ محمد معین ٹھٹھوی شیعہ کا شاگرد تھا..... اس وضاحت سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ "تحت السرۃ" کا اضافہ کرنے والے کس قدر حق و انصاف کے پاسدار ہیں۔جن کے تعصب کا یہ عالم ہو تو وہ اگر اسے صحیح قرار دیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

الجواب :۔ محترم اثری صاحب کا پورا مضمون تقریباً شیخ محمد عوامہ کے ارد گرد ہی گھومتا ہے۔ مگر اثری صاحب کا شیخ محمد عوامہ سے بدظنی اچھی بات نہیں ہے کیونکہ شیخ محمد عوامہ نے شیخ محمد حیات اور شیخ محمد ہاشم سندھیؒ دونوں کو "شیخ" کے لقب کے ساتھ "رحمہا اللہ" بھی لکھا ہے۔ (دیکھیے مصنف ۳/۳۲۲ تحقیق شیخ عوامہ حاشیہ)

شیخ عوامہ کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وہ علامہ معین ٹھٹھوی شیعہ کے شاگرد ہیں۔ یہ بات بھی عیاں ہے کہ علامہ معین السندھی ٹھٹھوی آخری عمر میں مائل بہ تشیع تھے۔ تفصیل کے لیے علامہ عبداللطیف سندھی کی کتاب ذب ذبات الدراسات کا مطالعہ مفید رہے گا۔ جب کہ دوسری طرف علماء غیر مقلدین نے شیخ حیات سندھی کو غیر مقلد لکھا ہے۔

۱۔ شیخ حیات سندھی کو قاضی محمد اسلم غیر مقلد نے تحریک اہلحدیث ص ۱۵۷ پر پکا اہلحدیث لکھتے ہیں بلکہ شیخ محمد حیات سندھی کے استاد شیخ ابوالحسن سندھی المدنی کو بھی قاضی محمد اسلم غیر مقلد تحریک اہلحدیث ص ۱۵۵ پر حنفی نہیں مانتے بلکہ اہلحدیث شمار کرتے ہیں۔

۲۔ ارشاد الحق اثری صاحب کے شاگرد محترم زبیر علیزئی صاحب کے رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۳۷ جون ۲۰۰۷، ص ۶۴ پر ابو خالد شاکر کے مضمون کے حوالہ سے مولانا محمد حیات سندھی کو اہل حدیث لکھا ہے۔

لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا شیخ محمد عوامہ کو متعصب لکھنا غلط ہے۔ حیرانگی کا مقام ہے کہ وہ علماء کرام جنہوں نے حنفیت کے لیے تحقیقی کام کیا انہیں متعصب کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ شیخ محمد عوامہ کی تحریر حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔ اور اثری صاحب کا ان پر اعتراض صرف مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی لگتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرۃ اور غیر مقلدین حضرات

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی کا اقرار مختلف غیر مقلدین حضرات نے بھی کیا ہے۔

(۱) وحید الزمان نے لکھا:۔ اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعاً تحت السرۃ نقل کیا ہے۔ (موطا امام مالک مترجم ص ۱۳۷)

(۲) غیر مقلد عبدالرؤف بن عبدالمنان سندھو نے لکھا:۔ "مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیث وائل بن حجر کے ایک طریق میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ احناف میں سے بعض نے زیر ناف ہاتھ رکھنے پر اس سے بھی دلیل لی ہے۔ (صلوٰۃ الرسول مع تخریج ص ۲۳۰)

معلوم ہوا کہ بعض غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی یہ زیادت (تحت السرۃ) ثابت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تحت السرۃ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

حضرت علیؓ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔

اخبرنا ابوبکر بن حارث أنبانا علی بن عمر الحافظ ثنا محمد بن القاسم ثنا ابو بکر بب ثنا حفص بن غیاث عن عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد ان علیؓ انه کان یقول: إن من السنة فی الصلاة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة.

(التمهید ۲/۸۷،سنن الدار قطنی ۱/۳۸۸، سنن الکبری بیهقی ۱/۳۱)

ترجمہ: سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھتے۔

اس حدیث پر محترم زبیر علیزئی صاحب کا اعتراض ۲ روایوں پر ہے۔

۱۔ نعمان بن سعد

۲۔ عبدالرحمن بن اسحاق

ہم جمہور محدثین کرام اور اصول علم الرجال کی روشنی میں ان دونوں راویوں کا تحقیقی جائزہ لیں گے۔

نعمان بن سعد الانصاری کا تحقیقی جائزہ

نعمان بن سعد الانصاری کے بارے میں محترم زبیر علیزئی "نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں۔ "نعمان بن سعد کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی اور اس سے عبدالرحمن روایت میں تنہا ہے۔ لہٰذا ابن حجر نے مجہول کہا (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۵)

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۵ پر نعمان بن سعد کے بارے میں دو قابل ذکر باتوں کا تذکرہ کیا ہے (جو تحقیق کے معیار پر صحیح نہیں ہے۔)

(۱) نعمان بن سعد کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی۔

(۲) اور اس سے عبدالرحمن روایت میں تنہا ہے۔

جواب:۔(۱) پہلی بات تو عرض یہ ہے کہ نعمان بن سعد کی توثیق ابن حبان کے علاوہ امام حاکم، امام ترمذی، امام ذہبی، ابن خزیمہ کے علاوہ متعدد جمہور محدثین نے روایت لی ہے۔ جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

☆(۲) دوسری بات یہ ہے کہ نعمان بن سعد سے صرف عبدالرحمن ہی تنہا راوی نہیں بلکہ عبدالرحمان سے روایت ثقہ امام اسماعیل بن ابی خالد بھی کرتے ہیں۔

اخبارِ اصبھان ۸/۳۳۹ رقم ۱۵۹۹ پر "اسماعیل بن ابی خالد عن نعمان بن سعد" کی سند موجود ہے۔ علامہ ذہبی نے الکاشف رقم ۵۹۹۵ پر انکے بارے "وثق" کے لفظ صراحت کے ساتھ بھی لکھے ہیں۔

مجہول راوی کے بارے محترم ارشاد الحق اثری کا موقف

محترم ارشاد الحق اثری ایک ایسے راوی جسکو محدثین کرام نے مجہول لکھا ہے۔ اسکے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''لہٰذا امام بیہقی نے اس حدیث کے بارے میں اسنادہ صحیح'' کہا ہے تو بلاریب اسکے راوی ثقہ ہیں۔ اس کے کسی راوی کا ترجمہ نہ ملنا یا اسکی توثیق نہ ملنے کا اعتراض عذر لنگ ہے اور اصول کے سراسر منافی ہے۔ (تنقیح الکلام صفحہ ۲۸۹)

اسطرح دوسرے مقام پر ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں۔

''امام ابن قطان'' نے فرمایا کہ محمد بن ہشام مجہول "لا یعرف حالہ" جبکہ امام حاکم نے اسے ''صحیح الاسناد ان سلم من الجارودی'' کہا ہے۔ (المستدرک ۱/۳۱ ۴۷) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وکلام الحاکم یقتضی انہ ثقۃ عندہ (لسان ۵/ ۴۱۴) کہ امام حاکم'' کا کلام اس بات کا متقاضی ہے کہ محمد بن ہشام ان کے ہاں ثقہ ہے۔ (تنقیح الکلام صفحہ ۲۹۰)

اب اس موقف کے بارے میں سوال ہے کہ محترم ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اصول صحیح ہے کہ نہیں؟! اگر درست ہے تو نعمان بن سعد کی توثیق کیوں نہیں؟! امید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب جواب ضرور عنایت کرینگے۔

اس تفصیل سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ جن محدثین کرام نے نعمان بن سعد کو مجہول قرار دیا ہے اسکی صرف اور صرف ایک علت تھی کہ نعمان بن سعدؒ سے صرف ایک راوی کرتا روایت کرتا ہے۔ جبکہ تاریخ اصبہان ۸/ ۳۲۷ رقم ۱۵۹۹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد بھی نعمان بن سعد سے روایت کرتے ہیں۔

اس لئے زبیر علیزئی صاحب کا اعتراض غلط ثابت ہوتا جبکہ نعمان بن سعد الانصاری کی توثیق واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب علت قادحہ نہ رہی تو جرح مردود ثابت ہوتی ہے۔

نعمان بن سعد پر معدلین اور انکی تعدیل

حافظ ابن حجر کے قول کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے نعمان بن سعد کی تعدیل مروی ہے۔

۱۔ امام حاکمؒ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(المستدرک ۸/۶۸ رقم:۸،۳۳۷۹/۷۱ رقم:۳۳۸۲ اور رقم:۸۸۲۳)

۲۔ امام ذہبیؒ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(تلخیص المستدرک رقم:۳۳۷۹-۳۳۸۲-۸۸۲۳)

۳۔ امام بن ملقنؒ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(استدراک علی تلخیص رقم:۳۳۷۹-۳۳۸۲-۸۸۲۳)

۴۔ امام ترمذیؒ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(سنن ترمذی ۳/۱۹۶ رقم:۶۷۳)

۵۔ امام ابن خزیمہؒ نے اس کی روایت سے اپنی کتاب میں احتجاج کیا ہے۔

(ابن خزیمہ ۸/۳،۱۹/ ۳۰۶ رقم:۱۹۵۹)

۶۔ ابن حبانؒ نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

(کتاب ثقات ۵/۴۷۲)

۷۔ ابن معینؒ نے اس سے اپنی کتاب تاریخ میں احتجاج کیا ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین ۱/۲۱۴ رقم:۱۹۸۳)

۹۔امام دارمیؒ نے اس سے کتاب سنن میں احتجاج کیا ہے

(سنن الدارمی ۵/۲۸۲رقم:۱۸۱۰)

۱۰۔امام احمد بن حنبلؒ نے اس سے کتاب الزھد میں احتجاج کیا ہے۔

(کتاب الزھد ۱/۱۰۳رقم:۱۰۲)

۱۱۔امام الرازیؒ نے اس لئے اپنی کتاب میں احتجاج کیا ہے۔

(فوائد تمام ۱/۳۵۹رقم:۳۶۰،۱/۲۰۳،رقم:۲۰۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد مجہول راوی نہیں بلکہ ثقہ اور صحیح الروایت راوی ہے۔لہٰذا نعمان بن سعد پر مجہول کا اعتراض غلط ہے۔

نعمان بن سعد کی توثیق مفسر

امام احمد بن حنبل نے نعمان بن سعد کی توثیق مفسر بھی کی ہے۔

امام ابوداؤد لکھتے ہیں۔ سمعت احمد قال: نعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا باس بہ(سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷ رقم : ۳۳۲) یعنی نعمان بن سعد مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کی توثیق کے بعد نعمان بن سعد پر مجہول کی جرح فضول ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد ثقہ اور صحیح راوی ہے۔

زبیر علیزئی صاحب پر الزامی جواب

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۱۵،۱۶ پر ایک مجہول راوی قبیصہ بن ہلب (الطائی) کو ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ ''امام عجلی معتدل امام ہیں۔ لہٰذا عجلی، ابن حبان اور الترمذی کی توثیق کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح بات یہ ہے کہ قبیصہ بن ہلب حسن الحدیث راوی ہیں''۔

کیا زبیر علیزئی صاحب اس اصول کو نعمان بن سعد الانصاری کے بارے میں بھول بیٹھے ہیں؟ کیا یہ اصول صرف اپنے حق میں راویوں کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے ہے جبکہ نعمان بن سعد سے دو راوی روایت کرتے ہیں۔ اور متعدد محدثین کرام نے انکی حدیث کی تصحیح اور تحسین کی ہے۔ کیا یہ تقابلی موازنہ زبیر علیزئی صاحب کا تضاد ثابت نہیں کرتا؟ مسلکی حمایت میں اصولوں کی تیاری گمراہی کا سبب ہی بنتی ہے۔ لہٰذا اسطرح کے تضاد سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق

زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب ص ۱۰،۱۱ پر مختلف محدثین کرام سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کی تضعیف نقل کی ہے۔ مگر تحقیق کے معیار برقرار نہ رکھ سکے۔ زبیر علیزئی صاحب نے وہی اعتراضات نقل کیئے ہیں۔ جو عبدالرحمٰن بن اسحاق پر محدثین کرام نے نقل در نقل اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہاں موضوع کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انتہائی ضروری ہے کہ محدثین کرام کی تحقیق کا منصفانہ جائزہ لیا جائے۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق پر جرح اور اسکی وجوہات

1: زبیر علیزئی نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام میں ص ۱۰ تا ۱۱ تک عبدالرحمٰن بن اسحاق پر تقریبا ۲۰ محدثین کرام سے جرح نقل کی ہے۔ مگر یہ تمام جرحیں غیر مفسر ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اگر دریں ازاں ان جرح کی حیثیت کو مان بھی لیا جائے تو دیگر محدثین کرام کی تصحیح اور احتجاج روایت کی بنا پر یہ راوی ساقط الاعتبار ہو نہیں سکتا۔ اور جب کہ اس حدیث کے دیگر شواھد بھی موجود ہیں۔

2: زبیر علیزئی صاحب نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۱۱ اور ۱۰ پر جن محدثین کرام سے جرح نقل کیں ہیں۔ اسمیں ان جرح کا سبب بیان نہیں کیا گیا۔ جسکی وجہ سے یہ جرح مبہم رہے گی۔ اب قابل توجہ امر یہ ہے کہ محدثین کرام نے عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی پر یہ جرح کیوں کیں اور اسکے اسباب کیا تھے؟ اس سبب کو محدث ابن جوزی اور ابن خزیمہ نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

محدث ابن جوزیؒ کی تحقیق

محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین ۲/۸۹ رقم: ۱۸۵۰ پر لکھتے ہیں۔

"ویحدث عن النعمان عن المغیرہ احادیث منا کیر" یعنی (عبدالرحمٰن بن اسحاق) نعمان عن المغیرۃ کی سند سے احادیث مناکیر روایت کرتا ہے" یہاں پر واضح ہوگیا کہ عبدالرحمن بن اسحاق پر جرح کی وجہ عبدالرحمٰن عن نعمان عن المغیرہ کی سند پر ہے۔ اور اسکی

وجہ سے عبدالرحمٰن عن نعمان عن علیؓ کی سند پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ دوسرا یہ بھی اصول مد نظر رکھنا چاہیے کہ اگر ایسی حدیث کی اگر کوئی متابعت یا شواہد مل جائیں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور راوی پر جرح نقل کرنا درست نہیں ہے۔ دوسرا اگر عبدالرحمٰن بن اسحاق عن نعمان عن علی والی سند پر بھی احادیث مناکیر کی جرح ہو تو متابعت اور شواہد سے جرح مرفوع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا عبدالرحمٰن بن اسحاق پر جرح مطلق علی الطلاق لاگو نہیں ہوتی۔

امام ابن خزیمہؒ کی جرح کا جائزہ

امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید ص ۳۴۵ رقم: ۲۹۵ پر عبدالرحمٰن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علی والی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق عن نعمان عن علی کی سند سے اخبار منکرۃ روایت کرتا ہے۔

جواب:۔ امام ابن خزیمہ کی یہ جرح مختلف وجوہات کی وجہ سے قابل التفات نہیں ہے۔

(i) امام ابن خزیمہ نے اپنی دوسری کتاب مسند صحیح ابن خزیمہ میں عبدالرحمٰن عن نعمان عن علی والی سند روایت کی ہے اور عبدالرحمٰن پر صراحتا کوئی جرح نقل نہیں کی۔ لہٰذا ان کے اپنے اقوال میں تضاد ثابت ہوتا ہے۔

(ii) امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب التوحید میں 4 مقامات پر عبدالرحمٰن بن اسحاق سے روایت لی ہے اور اس پر کوئی جرح نقل نہیں کی۔ دیکھئے کتاب التوحید رقم: ۲۱۷، ۴۰۳، ۴۲۷، ۵۲۳۔ جس سے یہ واضح ہوگیا کہ امام خزیمہ کی جرح عبدالرحمٰن بن اسحاق پر مطلقا نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ کو جارحین میں شمار کرنا درست نہیں ہے۔

(iii) اگر امام ابن خزیمہ کی جرح عبدالرحمٰن عن نعمان عن علی پر بھی منطبق کر لی جائے تو

پھر بھی اس سند کے دوسرے متابعات اور شواہد موجود ہیں۔ لہٰذا اس پر اعتراض درست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ ابن خزیمہ نے اخبار منکرۃ کا اطلاق کیا ہے۔ جس یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق مطلقاً ضعیف ہے اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔

محدث ابن خزیمہ اور ابن جوزی کی جرح کا تفصیلی جائزہ لیا تو جرح کی حقیقت اور محدثین کرام کی تصحیح اور تحسین کی وجہ عیاں ہوتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ محدثین کرام کو اعتراض عبدالرحمٰن بن اسحاق عن نعمان علی المغیرۃ کی سند پر تھا۔ اس طرح کے راویوں کی مثالیں اسماء الرجال کی کتابوں میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ جمہور محدثین کرام نے عبدالرحمٰن بن اسحاق عن نعمان عن علیؓ کی سند والی روایات نقل کیں ہیں اور اس پر اعتماد ظاہر کیا ہے۔ جن سے عبدالرحمٰن عن نعمان عن علی کی سند کی ثقاہت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق پر معدلین کی تعدیل

درجہ ذیل محدثین کرام سے، عبدالرحمٰن بن اسحاق کی تعدیل یا روایت لینا ثابت ہے۔

1۔ امام حاکمؒ	صحیح لہ فی المستدرک	رقم: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۳۳
2۔ امام ذہبیؒ	صحیح لہ فی تلخیص	رقم: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۳۳
3۔ ابن ملقنؒ	سکوت فی المستدراک	رقم: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۳۳
4۔ امام ترمذیؒ	قال هذا حديث حسن غريب	سنن ترمذی ۳/۱۹۶، رقم ۶۷۳
5۔ امام ابن خزیمہؒ	"احتج فی صحيحة"	ابن خزیمہ ۳/۳۰۶، رقم ۱۹۵۹
6۔ حافظ ابن حجرؒ	"قائل بہ تحسين"	القول المسدد صفحہ ۳۵
7۔ علامہ ابن قیم	قال: "والصحيح حديث عليؓ"	بدائع الفوائد ۳/۹۱
8۔ امام ابن معینؒ	"احتج فی تاریخ"	تاریخ الدوری ۱/۳۳۱ رقم: ۱۳۸۳
9۔ امام احمد بن حنبلؒ	"احتج فی مسند"	مسند احمد بن حنبل ۱/۱۱۰
10۔ امام بیہقیؒ	"احتج فی کتاب"	فضائل اوقات رقم: ۳۲۳
11۔ امام المقدسیؒ	"احتج فی المختارہ"	الاحادیث المختارہ رقم: ۴۸۹، ۴۹۰
12۔ امام مقریؒ	"احتج"	معجم ابن مقری ۳/۳۶۹
13۔ امام رازی تمامؒ	"احتج فی صحیح"	فوائد تمام رقم: ۳۶۰، ۲۰۲
14۔ امام احمد بن حنبلؒ	"اخرج لہ"	فضائل صحابہ رقم: ۱۱۹۰
15۔ امام ابو نعیمؒ	"اخرج"	صفۃ الجنۃ رقم: ۳۳۷، ۳۳۶

16۔ امام ابن مبارکؒ	"احتج"	کتاب الزھد رقم: ۱۳۶۷
17۔ خطیب بغدادیؒ	"احتج"	الجامع الاخلاق رقم: ۳۳۷، ۱۸۸
18۔ امام خزیمہؒ	"احتج"	کتاب التوحید رقم ۳۲۷، ۳۰۳
19۔ امام ابوداؤدؒ	"احتج"	البعث والنشور رقم: ۷۵، ۵۶
20۔ امام بزارؒ	"اخرج فی مسند"	مسند بزار رقم: ۶۳۸، ۶۳۷
21۔ امام طحاویؒ	"اخرج"	مشکل آلاثار رقم: ۳۳۷۵
22۔ امام سیوطیؒ	"قائل بذ تحسین"	التعقبات
23۔ ڈاکٹر عبدالمالک	"حسن"	حاشیہ ضیاء المختارہ رقم: ۳۸۹، ۳۹۰

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق ثقہ اور کم از کم حسن الحدیث راوی ہے۔

امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تحسین وتصحیح کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۱۱ پر لکھتے ہیں" حالانکہ ترمذی اور حاکم دونوں ان لوگوں (حنفی) کے نزدیک تساہل کے ساتھ مشہور ہیں۔ اسی لیئے بقول حافظ ذہبی علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔

الزامی جواب:۔

اس مقام پر مناسب ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کو ان کے اُستاد محترم محقق ارشاد الحق اثری صاحب کا بیان نقل کر دیا جائے تا کہ اتمام حجت رہے۔ ساتھ یہ بھی معلوم ہو سکے کہ اس جگہ پر اُستاد صحیح ہے یا کہ شاگرد؟ امام ترمذی کی تحسین کے بارے

ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب توضیح الکلام ص ۶۲ ۳ جدید پر لکھتے ہیں۔

"حافظ ذہبی نے جس حوالہ سے امام ترمذی کو متساہل قرار دیا ہے۔ خود ہی ثقہ راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ثقہ راوی وہ ہے جسے اکثر نے ثقہ کہا ہو اور اسے ضعیف نہیں کہا گیا۔ اس سے کم درجہ میں وہ راوی جس کی نہ توثیق کی گئی نہ تضعیف اس کی حدیث اگر صحیحین میں ہے تو وہ اس سے ثقہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کی حدیث کو ترمذی اور ابن خزیمہ صحیح کہیں تو وہ بھی جید ہے۔ اور اگر اس کی حدیث کو دار قطنی اور امام حاکم صحیح کہیں تو کم از کم اس کی حدیث حسن ہے"۔ (الموقظہ: ص ۷۸، ص ۸۱)

زبیر علیزئی صاحب کے اکابر "مولانا مبارکپوری" ترمذی کی تحسین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ ترمذی کی تصحیح اور تحسین پر اعتماد اس وقت نہیں جب وہ صحیح یا حسن کہنے میں منفرد ہو مگر جب ائمہ حدیث میں دوسرے بھی ان کی موافقت کریں تو پھر وہ غیر معتمد نہیں بلکہ ان کی تصحیح وتحسین پر اعتماد کیا جائے گا۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۲)

یہ ایک عجب تضاد ہے کہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر تو امام ترمذی اور امام حاکم کی تحسین کو قبول کرنا اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر نعمان بن سعد کے بارے میں ان کی تحسین اور تصحیح کو رد کرنا۔ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟ اُمید ہے کہ اسکا جواب زبیر علیزئی صاحب ضرور دینگے۔

حضرت علیؓ کی دوسری حدیث کا تحقیقی جائزہ

(۱)حدثنا ابو معاویة عن عبدالرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید عن ابی جحیفة عن علیؓ: قال من السنة الصلاۃوضع ایدی علی الایدی تحت السرۃ.
(مصنف ابن ابی شیبة۳/۳۲۳ رقم:۳۹۶۶)

(۲)حدثنا محمد بن محبوب ثنا حفص بن غیاث عن عبدالرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید عن ابی جحیفة عن علیاً: قال: السنة وضع الکف علی الکف فی الصلاة تحت السرة.(سنن ابی داؤد رقم:۷۵۶)

ترجمہ: سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

تخریج:(سنن دار قطنی ۱/۲۸۸، الاوسط ابن منذر ۳/۱۸۶، رقم: ۱۲۴۲، مسند احمد ۱/۱۱۰، تہذیب الکمال رقم: ۲۰۳۶، زوائد عبدالله بن احمد رقم: ۸۲۵، مسائل احمد ۲/۲۶ قلمی، المسند جامع:۱۰۰۷۳ تنقیح لا بن الهادی ۲/۱۲۷، تحفة الاشراف رقم:۱۰۳۱۴ تخریج احادیث الاخبار قلمی رقم :۱۶۸، اطراف الغراب والا فراد رقم: ۴۳۹،اطراف المسند رقم :۶۴۳۷ ،جامع الاصول رقم: ۳۴۱۰،اتحاف المهرة رقم ۱۴۸۱۸)

سند کی تحقیق

(1)	حضرت علیؓ:	جلیل القدر صحابی	(الکاشف:۳۹۳۰)
(2)	ابی جحیفۃ:	ثقہ	(الکاشف رقم:۶۲۱۳)
(3)	زیاد بن زیدؒ:	مجہول	(التقریب:۲۱۳۷)

نوٹ:۔ زیاد بن زید کی متابعت خود عبدالرحمٰن بن اسحاق نے التمہید ابن عبدالبر ۷۸/۲۰ پر کی ہے۔لہٰذا مجہول کی جرح مردود ہے۔

(4)	عبدالرحمٰن بن اسحاق:	حسن الحدیث	(ضیاء المختارہ: رقم:۳۹۰)
		صحیح الحدیث	(مستدرک حاکم رقم:۳۳۷۹، ۳۳۸۲)
(5)	ابومعاویۃ:	ثقہ	(تقریب التہذیب ۳۲۱/۱)

نوٹ:۔ اس حدیث میں زیاد بن زید السوائی پر مجہول کی جرح مردود ہے" کیونکہ حضرت علیؓ کی دوسری حدیث میں عبدالرحمٰن عن نعمان عن علیؓ والی سند اسکی متابعت موجود ہے۔" لہٰذا اس متابعت کی وجہ سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔اور دوسرے مقام پر حضرات انسؓ کا شاھد بھی موجود ہے۔ جسے اس حدیث کو مزید تقویت ملتی ہے۔

حضرت انسؓ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

شاہد:۔

اخبرنا ابوالحسین الفضل ببغداد انبا ابوعمرو ابن السماک ثنا محمد بن عبدالله بن المناوی نا ابو حذیفه ثناء سعید بن ذربی عن ابیه عن انس قال من اخلاق النبوة تجحیل الافطار و تاخیر السعود و فعک یمینک علی شمالک فی الصلاة تحت السرة. (خلافیات بیقهی ص ۳۷ مخطوطه)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر اور نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے باندھنا اخلاق نبوت سے ہے۔ (محلی ابن حزم ۳۰/۲)

اس حدیث کے بارے میں تقریباً تمام اہلحدیث غیر مقلدین حضرات کا شوروغوغا تھا کہ اس کی سند موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔ الحمدللہ خلافیات بیہقی قلمی ص ۳۷ پر امام بیہقی نے اپنی سند سے اس حدیث کا اخراج کیا ہے۔

حضرت انسؓ کی یہ حدیث حضرت علیؓ کی تحت السرۃ والی حدیث کے شواہد میں پیش کی گئی ہے۔ جس سے حضرت علیؓ کی حدیث کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اور اس طرح حضرت انس والی روایت بھی حسن درجہ کی حیثیت بن جاتی ہے۔

حضرت علیؓ سے مروی تیسری روایت کا تحقیقی جائزہ

قال حدثنا ابو لولید الطیالسی قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الحجدری عن عقبة بن صهبان سمع علیاً یقول فی قول الله عزوجل فصل لربک وانحر قال وضع الیمنی علی الیسری تحت السرة.

(التمهید لا بن عبدالبر ۷۸/۲۰)

ترجمہ:۔ حضرت عقبہ بن صہبان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فصل لربک وانحر کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں۔

سند کی تحقیق

حضرت علیؓ:	اجل صحابی امیر المومنین	(الکاشف: ۳۹۳۰)
عقبہ بن صہبان:	ثقہ تابعی	(الجرح والتعدیل رقم ۱۷۳۹)
عاصم الجحدری البصری	امام یحییٰ بن معینؒ نے کہا: ثقہ	(الجرح والتعدیل رقم ۱۹۳۶)
حماد بن سلمۃ	ابن حجرؒ نے کہا: ثقہ عابد	(تقریب التہذیب رقم ۲۳۸)
ابوالولید الطیالسی	امام عجلی نے کہا بصری ثقہ ثبت فی الحدیث	(معرفۃ الثقات ص ۵۵)
	امام ابن سنانؒ نے کہا ابوالولید امیر المحدثین	(الجرح والتعدیل رقم ۲۵۳)
	امام ابوحاتمؒ نے کہا امام فقیہ عاقل ثقہ حافظ	(تہذیب التہذیب رقم ۸۷)
	قال ابن سعدؒ نے کہا: ثقہ حجۃ	(تہذیب التہذیب رقم ۸۷)
	ابوزرعہ رازیؒ نے کہا امام متقن جلیلا عند الناس	(تہذیب التہذیب رقم ۸۷)
الاثرم (احمد بن محمد ہانی)	حافظ ابن حجرؒ نے کہا: ثقہ حافظ	(تہذیب التہذیب رقم ۸۷)
	حافظ عینیؒ نے کہا: وکان حافظا حاذقا قوی	(مغانی الاخیار رقم ۶۰)

نوٹ:۔ زبیر علیزئی صاحب نے اس روایت کے کسی راوی پر کوئی جرح نقل نہیں کی۔ لہٰذا یہ بات تو عیاں ہوئی کہ اس حدیث کی سند صحیح اور بے غبار ہے۔ اگر کوئی راوی ضعیف ہوتا تو زبیر علیزئی صاحب اپنی عادت کے مطابق ضرور جرح نقل کرتے۔ سند سے ہٹ کر زبیر علیزئی صاحب نے چند دوسرے اعتراضات کیے ہیں۔

اعتراض نمبر۱: زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب ص ۵۷ پر لکھتے ہیں۔

''عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان الحجاج الجحدری کا واسطہ ہے (تاریخ الکبیر ۶/ ۴۳۷) الحجاج الجحدری مجہول الحال ہے۔

الجواب:۔ زبیر علیزئی صاحب کا یہ اعتراض مردود ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے اس حدیث میں جو حجاج الجحدری کے واسطہ کا بیان دیا ہے وہ دوسری حدیث ہے۔ جس میں ''علی صدرہ'' سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ ہماری پیش کردہ روایت میں تحت السرة کے الفاظ ہیں اور اس سند میں الحجاج الجحدری کا واسطہ نہیں ہے۔ جبکہ غیر مقلدین کی پیش کردہ وہ روایت جس میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب نے مغالطہ دینے کی لاسعی کوشش کی ہے۔

اعتراض نمبر۲:۔ زبیر علیزئی صاحب ص 57 پر دوسرا اعتراض کرتے ہیں۔ اسی روایت کی دوسری اسانید میں ''علی صدرہ'' سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں''۔ (السنن الکبریٰ ۲/۳۰)

الجواب:۔ زبیر علیزئی صاحب جس حدیث کا حوالہ دے رہے ہیں جس میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ ہیں اُس حدیث میں ہی الحجاج الجحدری مجہول الحال راوی ہے۔ لہٰذا علی صدرہ والی حدیث کو (جو کہ ضعیف ہے) تحت السرة حدیث (جو کہ صحیح ہے) کو معارض اور

مقابل میں پیش کرنا باطل اور غلط ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا یہ اعتراض فضول ہے۔

اعتراض نمبر۳:۔ ابن الترکمانی حنفی نے لکھا ہے۔ ''وفی سندہ ومتنہ اضطراب'' اسکی سند اور متن میں اضطراب ہے۔ (الجوہر النقی ۲/ ۳۰)

الجواب:۔ زبیر علیزئی صاحب کو شاید اس بات کا علم نہیں یا وہ مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں کیوں کہ ابن الترکمانی حنفی نے یہ جرح تحت السرة والی حدیث جو کہ التمہید میں علامہ عبد البر نے نقل کی ہے اُس پر نہیں ہے۔ ابن ترکمانی حنفی کی یہ جرح حضرت علی والی وہ حدیث جس میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ ہیں اُس پر جرح نقل کی ہے۔ لہٰذا ابن ترکمانی کا حوالہ پیش کرنا درست نہیں ہے۔

زبیر علیزئی صاحب کے اعتراضات فضول اور لغو ہیں۔ لہٰذا حضرت علیؓ سے تحت السرة والی حدیث بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

حضرت ابوھریرۃ سے تحت السرۃ والی روایت کا تحقیقی جائزہ

حدثنا مسدد قال: عبدالواحد ابن زیاد عن عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی عن سیار بن الحکم عن ابی وائل: قال ابوھریرۃ: أخذ الاکف علی الاکف فی الصلاۃ تحت السرۃ.

(سنن ابی داؤد رقم: ۷۵۸، اوسط بن منذر رقم: ۱۲۴۳،
تحفتہ الاشراف رقم: ۱۳۴۹۴)

ترجمہ:۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ناف کے نیچے رکھا جائے۔

سند کی تحقیق

شقیق بن سلمۃ ابی وائلؒ:۔

امام وکیع نے کہا: ثقہ (تقریب التہذیب ۱/۴۲۱)

امام ابن معینؒ نے کہا: ثقہ (مبانی الاخبار رقم: ۱۰۳۵)

سیار بن الحکمؒ:۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا: صدوق ثقہ (تقریب: ۲۷۹۴)

عبدالرحمن بن اسحاق:۔

ضیاء المقدسیؒ: حسن الحدیث (ضیاء المختارہ ۳/۱۱۷ رقم ۴۸۹)

عبدالرحمن بن اسحاق پر متعدد محدثین کرام نے اعتماد کیا ہے۔ اور ان کی ثقاہت پہلے ثابت کی جا چکی ہے۔

عبدالواحد بن زیاد:۔

امام ابوزرعہ و ابو حاتم نے کہا: ثقہ (تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

امام نسائی نے کہا: لیس بہ باس
(تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

امام عجلی نے کہا: ثقہ (تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

امام دارقطنی نے کہا: ثقہ مامون (تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

حافظ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

ابن قطان نے کہا: ثقہ امام (تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

یحییٰ نے کہا: ثقہ (تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۵)

مسدد بن مسرھد:۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ حافظ (تقریب رقم: ۶۸۷۰)

نوٹ:۔ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔ یاد رہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق پر جرح صرف عن نعمان عن المغیرۃ والی سند پر ہے۔ جبکہ حضرت ابوھریرۃؓ کی سند عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار بن الحکم عن ابی وائل قال ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے۔

عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار بن الحکم عن ابی وائل کی سند کو امام حاکم نے مستدرک حاکم رقم نمبر ۱۹۲۹ رقم نمبر ۳۵۶۴ کے تحت ''ھذا الحدیث صحیح لکھا ہے'' جس سے اس کی سند کی ثقاہت ثابت ہوتی ہے۔

محدث امام اسحاق بن راهویة کا دعویٰ

نوٹ:۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کے بارے میں مشہور محدث امام اسحاق لکھتے ہیں۔

قال اسحاق کما قال "تحت السرة اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع" (المنذر الاوسط ۳/ ۱۸۷: رقم ۱۲۳۳، مسائل امام احمد ۱/ ۱۳۹)

ترجمہ:۔ اسحاق بن راھویہ نے امام احمد کی طرح ناف کے نیچے رکھنے کو اقوی فی الحدیث اور تواضع کے قریب تر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ محدث اسحاق بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات کو مضبوط سمجھتے تھے۔ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی روشنی میں زیادہ مضبوط ہے۔

حضرت ابومجلز تابعیؒ سے تحت السرة والی روایت کی تحقیق

یزید بن هارون اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز اوسالة قال کیف یضع قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلهما اسفل من السرة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۳۳ رقم ۳۹۶۳)

ترجمہ:۔ حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے سنا یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصے پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

سند کی تحقیق

ابوبکر بن ابی شیبہ:۔

حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	(تقریب التہذیب رقم: ۳۵۷۵)

یزید بن ہارون:۔

حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ متقن عابد	(تقریب ۲/ ۳۳۳)
ابن المدینی نے کہا:	من ثقات	(تہذیب التہذیب رقم ۹۱۲: ۳/ ۳۲۱)
ابن معین نے کہا:	ثقہ	(تہذیب التہذیب رقم ۹۱۲)
عجلی نے کہا:	ثقہ ثبت فی الحدیث	(معرفۃ الثقات رقم ۲۰۳۹: ۲/ ۳۶۸)
ابوحاتم نے کہا:	ثقہ امام صدوق	(تہذیب التہذیب: رقم ۹۱۲)

حجاج بن حسان:۔

حافظ ابن حجر نے کہا: لا باس بہ	(تقریب التہذیب: رقم ۱۱۲۷)
احمد نے کہا: لیس باس بہ۔ ثقہ	(تہذیب التہذیب رقم ۳۷۰: ۲/ ۱۷۶)
ابن معین نے کہا: صالح	(تہذیب التہذیب رقم ۳۷۰: ۲/ ۱۷۶)
نسائی نے کہا: لیس بہ باس	(تہذیب التہذیب رقم ۳۷۰: ۲/ ۱۷۶)
ابن حبان نے کہا: ذکرہ فی ثقات	(تہذیب التہذیب رقم ۳۷۰: ۲/ ۱۷۶)

لاحق بن حمید ابومجلز:۔

امام عجلی نے کہا: تابعی ثقہ	(معرفۃ الثقات رقم: ۱۵۶۳)
ابوزرعہ نے کہا: ثقہ	(میزان الاعتدال رقم: ۴۹۳۹)
ابن سعد نے کہا: ثقہ	(تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۱۵۱)
ابن خراش نے کہا: ثقہ	(تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۱۵۱)
ابن حجر نے کہا: ثقہ	(تقریب: ۲/ ۲۹۳)

اعتراض (۱):۔ زبیر علیزئی صاحب نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۵۳ لکھتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہؒ تابعین کے اقوال وافعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

الجواب:۔ زبیر علیزئی صاحب کا یہ اعتراض صرف لغو کے علاوہ کچھ نہیں۔ امام اعظم کا قول قطع و برید کر کے پیش کرنا تو زبیر علیزئی صاحب کا ہی علمی کام ہے۔ لہٰذا اسطرح کی فضولیات کا جواب دینا بھی مناسب نہ ہوگا۔ امام اعظم نے تحت السرۃ والی روایت کے بارے میں "وبہ ناخذ" کے لفظ استعمال کیے اور اسی پر عمل ہے۔

اعتراض (۲):۔ زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں: ابومجلز تابعی کا یہ قول نبی کریم کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۵۳)

الجواب:۔ زبیر علیزئی صاحب کو اس حدیث کے متعدد جوابات دیے جا چکے ہیں۔ کہ وہ حدیث نہ متناً صحیح ہے نہ سنداً۔ لہٰذا اس کو مخالف کہنا درست نہیں۔ پہلے وہ حدیث صحیح ثابت تو کردیں پھر اعتراض کرنے کا حق ہوگا۔

اعتراض (۳):۔ 'ابومجلز تابعی کا قول دوسرے تابعی کے خلاف ہے جو فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے'۔ (سنن ابی داؤد ۷۵۹ ص ۵۳)

الجواب:۔ زبیر علیزئی صاحب سے عرض یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور آپ کے نزدیک مرسل حجت نہیں ہوتی دوسرا اس حدیث میں سلیمان بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال ہی غلط ہے۔

اعتراض (۴):۔ سعید بن جبیر (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ نماز میں "فوق السرۃ" یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ (امالی عبدالرزاق ۲/۲۳۳۔ الفوائد ابن مندہ رقم: ۱۸۹۹)

الجواب (۱):۔ سعید بن جبیرؒ والی روایت کو ابومجلزؒ کی روایت کے مقابلے میں پیش کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی کا دعویٰ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے اور وہ پیش کر رہیں ایک ایسا اثر جس میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ ناف کے اوپر سینہ نہیں ہوتا۔

(ب) امالی عبدالرزاق میں اس کے بعد ابراہیم نخعیؒ کا اثر ہے۔ جس میں تحت السرۃ کے الفاظ صراحتاً واضح ہیں اور وہ ہمارے دعویٰ کے مطابق ہے۔

(ت) سعید بن جبیر والی سند میں ابن جریج اور ابوالزبیر دو مدلس راوی ہیں۔ اور زبیر علیزئی صاحب مدلسین کی معنعن روایت کو نہیں مانتے ہیں۔ لہٰذا اس کو پیش کرنا ہی غلط ہے۔

(د) امام نوویؒ تصریح کرتے ہیں۔ "**ان مذهبنا ان المستحب جعلها تحت صدره فوق سرة وبهذا قال سعيد بن جبير**"۔ یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھنے مستحب ہیں اور یہی کہا سعید بن جبیرؒ نے...... (آگے تحت السرۃ کے قائلین کے ذکر کیا ہے)

مگر یہاں امام نووی کے قول سے سعید بن جبیرؒ کی روایت کی وضاحت ہوگئی کہ فوق السرۃ سے مراد "سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر" جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول ہے لہٰذا جب غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

نوٹ:۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ اور زبیر علیزئی صاحب کے دوسرے اعتراضات دلائل کی روشنی میں بالکل غلط ہیں۔ تو صحیح روایت پر عمل کرنا تو بقول غیر مقلدین حضرات ان کے مسلکی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی اثر کا تحقیقی جائزہ

حدثنا وکیع عن ربیع عن ابی معشر عن ابراهیم قال: یضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة (مصنف ان ابی شیبة ۳۲۲/۳)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

سند کی تحقیق

ابراہیم نخعیؒ:۔

کبیر ثقہ تابعی (الکاشف: ۲۲۱۔ التقریب: ۲۷۰)

ابی معشر (زیاد بن کلیب):۔

قال ابن عدی لہ احادیث صالحہ مستقیمہ (الکامل بن عدی ۳۲۳/۱)

ربیع بن صبیح:۔

عجلی نے کہا: لا باس بہ (تہذیب الکمال رقم: ۱۸۳۵)

امام بخاری نے کہا: صدوق (العلل الکبیر ص ۲۰)

امام احمد بن حنبل نے کہا: لا باس بہ رجل صالح (العلل ۱۳۵/۱)

ابوزرعہ نے کہا: شیخ صالح صدوق (تہذیب الکمال رقم: ۱۸۳۵)

یحییٰ بن معین نے کہا: لیس بہ باس (تاریخ یحییٰ بن معین الدارمی رقم: ۳۳۰)

ابن شاہین نے کہا: ثقہ (کتاب الثقات رقم: ۳۵۳)

عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: محدث عنہ (تہذیب الکمال رقم: ۱۸۶۵)

وکیع بن جراح:۔

امام احمد نے کہا: ولا احفظ منہ (تہذیب التہذیب ۱/۱۳۳)

امام ابن معین نے کہا: وارأیت احداً افضل من وکیع (تہذیب التہذیب ۱/۱۳۳)

امام عجلی نے کہا: کان ثقۃ، عابداً، صالحاً (تہذیب التہذیب ۱/۱۳۳)

ابن سعد نے کہا: کان ثقۃ، مامونا (تہذیب التہذیب ۱/۱۳۳)

ابن حبان نے کہا: حافظاً متقناً (تہذیب التہذیب ۱/۱۳۳)

نوٹ:۔ زبیر علیزئی صاحب نے ربیع بن صبیح پر سوء الحفظ کی جرح ہے۔ مگر جمہور محدثین کرام نے ربیع بن صبیح کی تصحیح کی ہے۔ لہٰذا کم از کم یہ راوی حسن الحدیث ہے۔ مگر یہ اثر حسن درجے سے اوپر صحیح کی بن جاتی ہے۔ کیونکہ اس اثر کا ایک متابع بھی موجود ہے۔ لہٰذا امام عبدالرزاق کی کتاب امالی عبدالرزاق میں اس اثر کا متابع موجود ہے۔

متابعت روایت

عبدالرزاق قال الثوری عن سعید عن فرقد عن ابراهیم قال: ما دون السرة: یعنی تحتها. (امالی عبدالراق: رقم: ۵۴)

ترجمہ:۔ امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری نے سعید سے اور انہوں نے فرقد سے اور انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ (نماز میں ہاتھ) ناف سے نیچے رکھے۔

لہٰذا اس تحقیق سطور بالا سے معلوم ہوا کہ ثقہ اور کبر تابعی امام ابراہیم نخعیؒ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس موقف پر امام اعظم محدث کبیر امام ابوحنیفہؒ کا بھی قول اور فتویٰ ہے۔ لہٰذا اس اثر کی حیثیت مزید ممتاز ہو جاتی ہے۔

زبیر علیزئی صاحب کے سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

دلیل نمبر 1:۔ وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ثم وضع یدہ الیمنیٰ علی ظهر کفه الیسریٰ واسع والساعد پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔
(صحیح ابن حبان ۳/۱۶۷، مسند احمد ۴/۳۱۸، سنن النسائی ۲/۱۲۶، سنن ابی داؤد مع بذل المجهود ۲/۴۳۷)

جواب نمبر ۱:۔

زبیر علیزئی صاحب عنوان تو "سینے پر ہاتھ باندھنا" کا لکھ رہے ہیں۔ مگر حدیث وائل بن حجرؓ کی حدیث میں تحت السرۃ یا سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس دلیل سے استدلال زبیر علیزئی صاحب کی کم علمی کا اظہار ہے۔

جواب نمبر ۲:۔

سنن نسائی کی حدیث میں تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ جس پر زبیر علیزئی صاحب و دیگر غیر مقلدین حضرات کا عمل نہیں بلکہ غیر مقلدین حضرات کندھوں تک کے قائل ہیں۔

جواب نمبر ۳:۔

زبیر علیزئی صاحب نے حدیث وائل بن حجرؓ کے ترجمہ میں اپنے مسلک سے وفا کی اور حدیث کے ترجمہ میں بددیانتی ہے۔"وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفه الیسری والرسغ والساعد" کا ترجمہ پھر آپ ﷺ نے پنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا"

جواب نمبر ۴:۔

"ظھر کفه الیسری" کا مطلب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت ہے۔ان الفاظ کے معنی سے صاف ظاہر ہے کہ جب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر جب ہاتھ رکھیں گے تو انگلیاں کلائی پر ہوں گی۔

جواب نمبر ۵:۔

زبیر علیزئی صاحب نے "الرسغ کے معنی" کلائی کیسے ہیں جو بالکل ہی غلط ہے۔

(i) عربی اردو لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے۔الرسغ والسرسغ۔گٹا۔پہنچا۔

(المنجد صفحہ ۳۸۳)

(ii) عربی کی مشہور زمانہ لغت لسان العرب ۸/۴۲۸ میں "الرسغ" کے بارے میں لکھا ہے۔الرسغ:مفصل ما بین الکف والذراع۔

ترجمہ: یعنی ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ۔یعنی گٹ ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ الرسغ کا مطلب جوڑ یا گٹ ہے جبکہ اسکا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے۔

زبیر علیزئی صاحب اپنے گھر کی خبر لیجئے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کو انھی کے مکتب فکر کے علماء کرام کا ترجمہ پیش کر دیا جائے۔جس پر زبیر علیزئی صاحب نے تحقیق و تخریج کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔

کتاب:"نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں" ترتیب:ڈاکٹر شفیق الرحمن

تحقیق و تخریج: زبیر علیزئی تصحیح و تنقیح: حافظ صلاح الدین یوسف و عبد الصمد رفیقی

اس کتاب میں حضرت وائلؓ کی حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

"حضرت وائل بن حجرؓ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت) اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔(نماز نبوی صفحہ ۱۴۵)

جواب نمبر ۶:۔

زبیر علیزئی صاحب کا یہ لکھنا کہ "تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہی ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں صفحہ ۱۴" مگر زبیر علیزئی صاحب کا یہ لکھنا غلط ہے۔کیونکہ صحیح ترجمہ کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب بائیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ کا کچھ حصہ رکھیں گے تو کچھ حصہ ہتھیلی اور کلائی کے درمیان جوڑ پر بھی آجائے گا اور کچھ حصہ کلائی پر بھی آئے گا یعنی انگلیاں کلائی پر آجائیں گی۔پس ثابت ہوا کہ صحیح طریقہ جب ہاتھ کو اسطرح رکھیں گے کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی تو اسطرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے زیر ناف ہی آتے ہیں نہ کہ سینہ پر۔

جواب نمبر ۷:۔

تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''الرسغ'' کا صحیح معنی ہے ''ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ'' نہ کہ کلائی۔ مزید زبیر علیزئی صاحب نے ساعد کے معنی ''کہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف) کو کہتے ہیں نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام (صفحہ ۱۳)۔

اگر ''الرسغ'' اور ''الساعد'' کا ایک ہی معنی تھا جیسا کہ زبیر علیزئی صاحب نے کہا کہ ''کلائی اور کہنی اور ہتھیلی کا حصہ تو دو لفظ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب نمبر ۸:۔

یہ حدیث مبارکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تائید نہیں کرتی اور نہ ہی اس حدیث سے کلائی پر کلائی رکھنا ثابت ہوتا ہے (جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا عمل ہے) جب دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر بھی رکھیں تو کہنی تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالفرض آپکا کیا ہوا ترجمہ ہی مان لیا جائے تو تب بھی دایاں ہاتھ کہنی پر نہیں آئے گا کیونکہ جب دائیں ہاتھ ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر بھی رکھنا ہے تو کبھی بھی کہنی تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو پورے بھی کہنی تک پہنچا کر رکھیں جائیں تو بائیں کی ہتھیلی کی پشت پر نہیں ہو سکتا پھر دایاں ہاتھ نہیں بلکہ ذراع پر ذراع ہوگی جبکہ حدیث مبارکہ میں ہاتھ ''یدہ'' کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا جاہل کا کام ہے۔

پھر آپکی جماعت کے نامور عالم ابوالحسن مبارک پوی صاحب لکھتے ہیں۔

''فمایفعله بعض العوام من وضع الذراع علی الذراع بحیث انهم یضعون الکف علی مرفق الید الیسری او قریباً ثم یاخذونه باصابع الید الیمنی هو مما لا اصل له''

(المرقاۃ المفاتیح ۲۹۹/۲۹۸)

ترجمہ: اور بعض (جاہل) عوام جو یہ کرتے ہیں کہ بازو پر بازو اسطرح جار کھتے ہیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں کہنی تک یا اسکے قریب پہنچ جائے پھر دائیں انگلیوں سے اسکو پکڑتے ہیں یہ وہ عمل ہے جسکی کوئی اصل نہیں ہے۔ لہٰذا انکے اپنے ہی عالم کے قول کی روشنی میں اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت ہلب ؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام پر سینے پر ہاتھ باندھنے کے موقف پر حضرت ہلب ؓ کی حدیث بطور دلیل لائے ہیں۔

ثنا یحیٰ بن سعید عن سفیان: حدثنی سماک عن قبیصة بن هلب عن ابیه قال: رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینه و عن شماله ورایته یضع هذا علی صدره وصف یحیٰ الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل''

(مسند احمد ۲۲۶/۱۳/ ۲۲۳- و تحقیق لابن جوزی ۱/ ۲۸۳)

ترجمہ: ہلب الطائی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔

جواب نمبر ۱:۔

زبیر علیزئی صاحب ان حدیث کو خود حسن لکھتے ہیں جس تو یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ اس کی سند و متن میں نکارت یا علت موجود ہے۔

جواب نمبر۲:۔

مسند احمد میں حضرت حلب الطائیؓ کی حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں لہٰذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔

جواب نمبر۳:۔

محترم زبیر علیزئی صاحب کا یہ فرض تھا کہ وہ ایسی حدیث کا ذکر کرتے جس میں ''نماز کا ذکر'' ہوتا۔ اس حدیث میں صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے مگر نماز کا تذکرہ و ذکر موجود نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین وخصوصاً زبیر علیزئی صاحب کا باطل ومردود ہے۔ زبیر علیزئی صاحب پر فرض ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ کے ساتھ ''فی الصلاۃ'' کے الفاظ دکھائیں۔ کیونکہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ صرف ہاتھ باندھنے کا؟

جواب نمبر۴:۔

زبیر علیزئی صاحب خود اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکیٹ میں (نماز سے فارغ ہوکر) کے الفاظ لکھتے ہیں۔ جس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بعد کا واقعہ ہے۔ اگر زبیر علیزئی صاحب اس حدیث سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر بضد ہیں تو پھر انکو چاہیے کہ وہ نماز کے اندر دائیں اور بائیں پھرا کریں جسطرح حدیث میں ذکر ہے۔ مگر عام غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا باطل ومردود ہے۔ اس حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کی دلیل نہیں بنتی مگر پھر بھی ہم مزید جوابات عرض کر دیتے ہیں۔

جواب نمبر۵:۔

اس حدیث میں علی صدرہ کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔ جس کے لئے تحقیقی جائزہ ملاحظہ ہو۔

حدیث حلب الطائیؓ میں ''علی صدرہ'' کا تحقیقی جائزہ

اس حدیث میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ غیر محفوظ اور منکر ہیں۔ یہ حدیث سماک بن حرب کے تقریباً ۵ شاگردوں نے روایت کی ہے۔

(۱)	سفیان ثوری	مسند احمد:۲۰۹۶۱
(۲)	ابوالاحوص	ترمذی: ۲۳۴
(۳)	شعبہ	معرفۃ الصحابۃ ۱۹/۱۷۲:۵۹۶۵
(۴)	شریک	معرفۃ الصحابۃ ۱۹/۱۷۲:۵۹۶۵
(۵)	اسرائیل	معرفۃ الصحابۃ ۱۹/۱۷۲:۵۹۶۵

سماک بن حرب کے شاگردوں میں صرف امام سفیان ثوریؒ کی ایک حدیث میں ''علی صدرہ'' کے لفظ موجود ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ سے یہ حدیث ان کے تقریباً ۴ شاگردوں نے یہ روایت لی ہے۔

(۱)	یحییٰ بن سعید	مسند احمد:۲۰۹۶۱
(۲)	عبدالرحمٰن بن مھدی	دارقطنی:۱۱۱۰
(۳)	وکیع	مسند احمد:۲۰۹۷۸
(۴)	محمد بن کثیر	معرفۃ الصحابۃ:۵۹۶۵

یحییٰ بن سعید کے علاوہ باقی ۳ شاگردوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں۔

ثقہ راوی پر تفرد کا اطلاق

(الزامی جواب)

محترم زبیر علیزئی صاحب ''علی صدرہ'' کے محفوظ نہ ہونے کے اعتراض کا جواب کو''ایک بے دلیل اعتراض'' کے عنوان کے تحت جواب لکھتے ہیں۔

''نیموی صاحب کا یہ فرمان قرین صواب نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے سفیان ثوری کے تفرد کو اپنے اس فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے جب کہ حدیث کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ کسی راوی کا کسی الفاظ میں منفرد ہونا اس لفظ کے غیر محفوظ ہونے کی کافی دلیل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ وہ الفاظ اس سے زیادہ ثقہ راوی کے الفاظ کے سراسر منافی نہ ہوں۔ حافظ ابن حجر شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں: ''وزیادۃ راویھما مقبولۃ مالم تقع منافیۃ لمن ھو اوثق''۔

صحیح اور حسن حدیث کے راوی کے وہ الفاظ مقبول ہوں گے جو وہ دوسروں کے بالمقابل زیادہ کرے بشرطیکہ وہ اوثق کے مخالف نہ ہوں۔ (تحفۃ الدر ص ۱۹) ظاہر ہے کہ علی صدرہ کے الفاظ اضافہ ہیں، منافی نہیں ہیں۔ (نماز میں ہاتھ باندھنا ص ۱۶)

الجواب:۔ محترم زبیر علیزئی صاحب کو اگر اس اصول کا جواب ان کے محترم جناب ارشاد الحق اثری کا جواب پیش کیا جائے تو بہتر ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب حضرت ابو ہریرہؓ سے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں مروی ایک حدیث کے جواب الجواب میں لکھتے ہیں۔ ''توضیح الکلام (ص ۷۹، ۲/۲۳۶، ۲/۲۴۷) ثقہ کے تفرد پر بھی منکر کا اطلاق ہوتا ہے۔ مگر

افسوس منکر کی تعریف میں مؤلف موصوف کا مبلغ علم ''شرح نخبۃ الفکر'' پر منحصر ہے۔ دوسری کتب کی طرف مراجعت تو کجا رہی۔ صد افسوس! موصوف نے شرح نخبۃ الفکر کے حاشیہ کی طرف بھی توجہ نہیں دی۔ مولانا عبداللہ ٹونکیؒ، حافظ ابن حجرؒ کے قول "وقد غفل من سوی بینھما" کے تحت لکھتے ہیں۔

لا یخفی ان الفرق انما ھو بحسب غالب الاستعمال والا فقد یطلق احدھما مکان الأخر. (حاشیۃ شرح نخبۃ: ص ۴۴)

راوی منفرد ہو اور وہ متن کسی اور طریق سے مروی نہ ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

(مقدمہ ابن الصلاح: ص ۷۶)

فقد اطلق الامام احمد و النسائی و غیر واحد من النقاد لفظ المنکر علی مجرد التفرد الخ. (النکت: ص ۶۷۴ ج ۱)

کہ امام احمدؒ، امام نسائیؒ و غیر نقاد نے منکر کا اطلاق مطلقاً تفرد پر بھی کیا ہے۔

اور مولانا عبدالحیؒ لکھنوی لکھتے ہیں:

ولا تظنن من قولھم ھذا حدیث منکر ان راویہ غیر ثقۃ فکثیرا ما یطلقون النکارۃ علی مجرد التفرد. (الرفع والتکمیل: ص ۱۴۳)

یعنی محدثین کے قول ''یہ حدیث منکر ہے'' سے تم یہ خیال نہ کرو کہ اس کے راوی ثقہ نہیں ہیں کیوں کہ متعدد مرتبہ منکر کا اطلاق صرف تفرد پر بھی کرتے ہیں۔

ھذا اسنادہ حسن وھو منکر. (سنن نسائی: ص ۲۴۶ ج ۱ طبع سلفیہ)

اس حدیث کی سند حسن اور وہ منکر ہے۔

غور فرمائیے سند کے حسن ہونے کے باوجود اسے منکر قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح (ص ۲۰۷ ج ۱) میں بھی ایک حدیث کو منکر کہا ہے اور علامہ شیخ حسین فرماتے ہیں۔ اس میں

وجہ نکارت یہ ہے کہ یہ مشہور احادیث کے مخالف ہے۔ "بانہ مخالف للمشهور" اسی طرح (ص ۲۲۵ ج ۲) میں حدیث "نهی عن ثمن الکلب" الخ کو بھی منکر کہا ہے۔ حالانکہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وھوا ایضًا باطل ما ادری من یغشی فیہ فان ھؤلاء ثقات. (میزان ص ۱۰۶ ج ۳)

یعنی یہ حدیث بھی باطل ہے، معلوم نہیں کس نے دھوکا دیا ہے۔ کیوں کہ بیان کرنے والے تمام ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطیؒ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

موضوع ورجالہ کلھم ثقات. (اللالی المصنوعۃ ص ۱۰۱ ج ۲)

کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

مستدرک حاکم (ص ۱۲۸ ج ۳) میں امام حاکم نے "**صحیح علی شرط الشیخین**" کہا ہے۔ مگر علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

ان کان رواتہ ثقات فھو منکر لیس ببعید من الوضع. الخ (تلخیص المستدرک)

کہ اس کے راوی گو ثقہ ہیں مگر یہ منکر ہے بلکہ بعید نہیں کہ موضوع ہو۔

نیز دیکھیے ذیل اللآلی: ص ۶۱، سنن ابن ماجہ کی کتاب اللباس کے اوائل میں **عبد الرزاق انبا معمر عن الزھری عن سالم عن ابن عمر** کے طریق سے ایک روایت ہے، جس کے بارے میں امام نسائیؒ فرماتے ہیں: **ھذا حدیث منکر.** یہ حدیث منکر ہے۔

امام یحییٰ قطانؒ نے بھی اس کا انکار کیا ہے اور حافظ حمزہؒ بن محمد الکنانی فرماتے ہیں کہ:

"میرا خیال ہے کہ یہ صحیح نہیں"۔ (تحفۃ الاشراف ص ۳۹۷ ج ۵)

حالانکہ اس کے بھی سب راوی ثقہ بلکہ صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ اس سلسلے میں اور بھی

مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیجئے جناب! ہم نے ثقہ راوی کی روایت پر بھی منکر بلکہ باطل کا اطلاق بھی ثابت کیا ہے۔ صرف مخالفت اور ضعیف کی روایت پر ہی منکر کا اطلاق نہیں کرتے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ محدثین بسا اوقات دوسری ادلہ کی بنا پر ثقہ راویوں کی روایات پر بھی منکر کا لفظ بولتے ہیں اور اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیتے اور یہ اصول اپنی جگہ پر گزر چکا ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے پر حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

(توضیح الکلام ص ۹۱ و ص ۹۲ ج ۲)

تو محترم ارشاد الحق اثری کے بیان سے یہ واضح ہوا کہ منکر کا اطلاق منفرد یا تفرد پر بھی ہوتا ہے اور کبھی ثقہ راوی بھی تفرد کا شکار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں یحییٰ بن سعید کا تفرد نمایاں اور عیاں ہے۔ لہٰذا تفرد کی بنا پر یہ حدیث یا کم از کم "علی صدرہ" کے الفاظ منکر ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا ہی غلط ہے۔ دوسری طرف یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ اور حدیث نماز کے اندر ہاتھ باندھنے پر نہیں ہے۔ یہ حدیث تو نماز سے فرصت کے بعد کا واقعہ کے بارے میں ہے۔ لہٰذا اس کو تو اپنے دلائل میں پیش کرنا ہی غلط اور اصول کے خلاف ہے۔

لہٰذا یہ بات تو صاف ہوگئی کہ یہ الفاظ منکر اور شاذ ہیں۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام سفیان ثوری سے ان کے ثقہ شاگرد یحییٰ بن سعید تو یہ الفاظ روایت کرتے ہیں تو اس کا مختصر اجواب یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید کی حدیث میں نماز کا ذکر موجود نہیں ہے۔ دوسرا ثقہ کا تفرد بھی شاذ ہی کی قسم ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں دو علتیں متن میں موجود ہیں۔

(ا) نماز کا لفظ موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ یہ حدیث ان کی دلیل بن ہی نہیں سکتی۔

(ب) "علی صدرہ" کے الفاظ شاذ ہیں۔

جواب نمبر ۶:۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس حدیث میں "سینے پر" کے الفاظ کا ذکر ہے اس میں نماز کا ذکر نہیں اور جس حدیث میں نماز کا ذکر ہے اُس پر "سینے پر" کے الفاظ نہیں ہے۔ اس حدیث کی تخریج سے ظاہر ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید کی روایت میں "علی صدرہ" یعنی سینے پر کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

جواب نمبر ۷:۔

امام یحییٰ بن سعید کی روایت میں معنوی سقم بھی موجود ہے۔ یحییٰ بن سعید کی روایت میں "ھذہ علی صدرہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ اگر ان الفاظ کو محفوظ مان لیا جائے تو لفظ "ھذہ" ایک ہاتھ کی طرف اشارہ ہے۔ اور صرف ایک ہاتھ باندھنا غیر مقلدین کا معمول نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کی تفسیر بھی ان الفاظ پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ ھذہ کی تشریح تو الیمنیٰ ہوئی اور "علی الیسری فوق المفصل" کس لفظ کی تشریح ہے۔

جواب نمبر ۸:۔

اس حدیث میں امام یحییٰ بن سعیدؒ سے الیمنیٰ علی الیسری فوق المفصل یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر باندھا کے الفاظ موجود ہیں۔ جبکہ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں ان الفاظ کا انکار کیا۔ اور کیا غیر مقلدین حضرات خصوصاً زبیر علیزئی صاحب دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھنے کے قائل ہیں۔ جب اس حدیث پر خود ہی عمل نہیں تو اسکو پیش کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

جواب نمبر ۹:۔

زبیر علیزئی صاحب حضرت ھلبؓ کی حدیث کو یہاں ایک دلیل کے طور پر لائے ہیں۔ اور پھر اسکے دو شواہد نقل کئے ہیں۔ مگر اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۵۷ پر اس حدیث کو مؤمل بن اسماعیل کی روایت ثابت کرنے کے لئے شاہد بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جس سے زبیر علیزئی صاحب کا تضاد صاف نظر آتا ہے۔

قبیصہ بن ھلب کی ثقاہت پر الزامی جواب

اس حدیث میں قبیصہ بن ھلب کو زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب صفحہ ۱۵ پر معروف وثقہ ثابت کرنے کی مندرجہ ذیل محدثین سے کوشش کی ہے۔

(۱) امام عجلی نے کہا: ثقہ ہے

(۲) ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا (تہذیب التھذیب ۸/۳۱۴)

(۳) امام ترمذی نے اسکی ایک حدیث کو حسن کہا سنن ترمذی رقم: ۲۵۲

(۴) امام ابوداؤد نے اسکی حدیث پر سکوت کیا سنن ابی داؤد رقم: ۳۷۸۳

امام عجلیؒ کی توثیق کا جواب

زبیر علیزئی صاحب صفحہ ۱۵ پر قبیصہ بن ھلب کی توثیق پر امام عجلی کا حوالہ دیا۔

(۱) مگر زبیر علیزئی صاحب کے ہم مسلک عالم جناب غازی عزیز صاحب امام عجلی کی توثیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "مثال کے طور پر امام عجلی اور امام حبان (توثیق المجھولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ متساہل ہیں (ضعیف احادیث کی معرفت اور انکی شرعی حیثیت صفحہ ۲۶۔ ۲۷)

(ii) زبیر علیزئی صاحب صاحب کے ہم مسلک حافظ عبد المنان صاحب ایک راوی عبد اللہ بن قیس القیسی کو مجھول کہتے ہیں۔ (تعداد تراویح صفحہ ۱۰۲) جبکہ عبد اللہ بن قیس القیسی کو امام عجلی نے تاریخ الثقات صفحہ ۲۷۲ پر ثقہ لکھا ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے غیر مقلدین حضرات اپنے اصولوں کو متقرر کرلیں لہٰذا غیر مقلدین علماء کے اصولوں کے مطابق امام عجلی مجھولین کی توثیق میں متساہل ہیں۔ امام عجلی کے بارے میں دوسرے ظاہری وسلفی علماء امام عجلی کی توثیق کے بارے میں تقریباً یہی لکھتے ہیں۔

(۱)	کتاب التنکیل ۱/۶۶	الشیخ عبد الرحمٰن معلمی
(۲)	تعلیق الشیخ الیمانی علی فوائد المجموعہ صفحہ ۱۰۷	الشیخ عبد الرحمٰن معلمی
(۳)	انوار الکاشفہ صفحہ ۶۱	امام شیخ یمانی
(۴)	لسان المیزان ۱/۱۴	حافظ ابن حجرؒ
(۵)	مقدمہ کتاب الثقات لابن حبان ۱/۱۳	ابن حبانؒ
(۶)	احادیث ضعیفہ والموضوعہ صفحہ ۳۲	البانی

ابن حبان کی توثیق کا جواب

زبیر علیزئی صاحب خود امام ابن حبان کو توثیق کے معاملہ میں متساہل مانتے ہیں۔ جبکہ انکے مسلک جناب غازی عزیز صاحب لکھتے ہیں۔ ''مثال کے طور پر امام عجلی اور ابن حبان (توثیق المجھولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ متساہل ہیں''۔ (ضعیف احادیث کی معرفت اور انکی شرعی حیثیت صفحہ ۴۷)

ابن حبان کی ثقاہت غیر مقلدین کے نزدیک غیر معتبر ہے

امام ابن حبان کا کسی راوی کو ثقات میں ذکر کرنا غیر مقلدین کے نزدیک معتبر بھی نہیں ہے۔

(۱) حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں: ابن حبان نے اسکو ثقات میں ذکر کیا ہے مگر ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۲۵۲)

(۲) مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں'' (تحقیق الکلام ۱/۷۷)

(۳) مولانا عبد الرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں ''واضح رہے کہ ابن حبان کا اس ثقات میں ذکر کرنا معتبر نہیں کیونکہ وہ مجاہیل کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔

(القول المقبول صفحہ ۳۲۵)

(۴) مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں ابن حبان متساہل ہیں۔

(التوضیح الکلام ۲/۲۶۹)

(۵) شیخ البانی صاحب لکھتے ہیں ''وانما وثقہ ابن حبان وھو معروف بتساھلہ

(سلسلۃ احادیث ضعیفہ ۱/۳۶۹)

(۶) مولانا رفیق سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ابن حبان کی توثیق کو ائمہ رجال کچھ وقعت نہیں دیتے۔ (الاعتصام صفحہ ۱۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۴)

(۷) مولانا عبد اللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ۲/۵۰۸)

(۸) زبیر علیزئی صاحب کے اُستاد عبدالمنان نور پوری صاحب لکھتے ہیں۔ مگر تصحیح میں ابن حبان اور ابن خزیمہ کا تساہل مشہور ہے۔ (تعداد تراویح صفحہ ۳۴)

جب خود علماء غیر مقلدین کو ابن حبان کی توثیق قابل قبول نہیں تو اس مسلے اور قبیصہ بن حلب کے معاملے میں یہ تضاد کیوں؟

امام ترمذی کی توثیق کا جواب

زبیر علیزئی صاحب خود امام ترمذی کی توثیق کے قائل نہیں ہیں زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں۔ ''اس لئے بقول حافظ ذہبی'' علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے'' (میزان الاعتدال ۳/۴۰۷) لہٰذا امام ترمذی کا قول پیش کرنا زبیر علیزئی صاحب کا تضاد ظاہر کرتا ہے۔

امام ابوداؤد کا سکوت اور توثیق کا جواب

زبیر علیزئی صاحب خود اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم صفحہ ۱۵ پر اس بات کے قائل ہیں کہ امام ابوداؤد کا کسی حدیث پر سکوت کسی حدیث کی تصحیح نہیں ہوتی ہے تو پھر اس اصول کو پیش کرنے کا مطلب کیا ہے۔ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟

لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا قبیصہ بن حلب الطائی جو کہ مجہول راوی ہے۔ اسکو ثقہ قرار دینا انکے اور انکی جماعت کے ہی اصولوں کے خلاف ہے۔ تو اس حدیث کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

سماک بن حرب پر جارحین کی جرح

۱۔ امام سنائیؒ	یضعفه	معرفۃ الرواۃ للامام ذہبی ص ۱۰۳
۲۔ امام احمد بن حنبلؒ	حدیث سماک بن حرب مضطرب	(المعرفۃ والتاریخ ۲/۶۳۸)
۳۔ امام دار قطنیؒ	سیئ الحفظ	(العلل ۴/۱۳۰ قلمی)
۴۔ امام ابن عمارؒ	یقولون انه کان یغلط و یختلفون فی حدیثه	(تاریخ البغداد ۹/۲۱۶)
۵۔ امام عقیلیؒ	ذکرہ فی کتاب الضعفاء الکبیر	(ضعفاء عقیلی ۲/۱۷۸)
۶۔ امام نسائیؒ	۱۔ لیس بالقوی وکان یقبل التلقین	(السنن المجتبیٰ ۸/۳۱۹)
	۲۔ لیس ممن یعتمد علیه اذا انفرد بالحدیث	(سنن الکبریٰ رقم ۸۵)
	۳۔ کان اختلط	(خصائص علی ص ۹۲، رقم ۳۳)
	۴۔ سماک بن حرب کان یلقن باخرۃ	(خصائص علی ص ۹۲ رقم ۳۳)
۷۔ امام بن حبانؒ	یخطی کثیرا	(کتاب الثقات ۴/۳۳۹)
۸۔ امام بزارؒ	وکان قد تغیر قبل موته	(اکمال علی تہذیب رقم ۲۲۳۸)
۹۔ امام جوزیؒ	ذکرہ فی کتاب ضعفاء	(کتاب ضعفاء ۲/۳۶)
۱۰۔ امام نسائیؒ	فاذا انفرد باصل لم یکن حجة لانه کان یلقن فیتلقن	(تحفۃ الاشراف رقم ۲۲۳۸)
۱۱۔ امام بن حزمؒ	یضعفه	(المحلی ابن حزم ۶/۳۰۵)
۱۲۔ امام سفیان ثوریؒ	کان یضعف الضعف	(الکامل ابن عدی ۳/۱۲۹۹)

۱۳۔ **یعقوب بن شیبہؒ:**	وروایۃ عن عکرمۃ خاصۃ مضطرب وھو فی غیر عکرمۃ صالح ولیس من المثبتین	(تہذیب الکمال ۱۳۱/۸)
۱۴۔ **امام ترمذیؒ**	مضطرب الحدیث	(شرح علل ابن رجب ۱۳۶/۱)
۱۵۔ **ابن شاہینؒ**	تکلم فی حفظہ	کتاب ثقات رقم ۵۰۵
۱۶۔ **امام ذہبیؒ**	ذکرہ فی المغنی ضعفاء	المغنی رقم: ۲۶۴۹
۱۷۔ **امام ابن المدینیؒ**	لم یروعنہ غیر السماک	(کتاب العلل ص ۹۳)
۱۸۔ **امام مسلمؒ**	ومن تفرد عنہ سماک بن حرب بالراویۃ	(المنفردات والوحدان ص ۱۳۳)
۱۹۔ **امام شعبہؒ**	یضعفہ	تاریخ بغداد ۳۱۵/۹

نتیجہ:۔ مندرجہ بالا تفصیل سے سماک بن حرب کے بارے میں مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔

(۱) سماک بن حرب کا ثقہ نہ ہونا۔

(۲) آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا۔

(۳) اور تلقین قبول کرتا تھا۔

(۴) جب کسی حدیث میں منفرد ہو تو وہ حجت نہیں ہوتی ہے۔

سماک بن حرب کا مضبوط نہ ہونے کی بحث

امام احمد بن حنبل سے معرفۃ والتاریخ ۶۳۸/۲ اور امام یعقوب بن شیبۃ سے تہذیب الکمال ۱۳۱/۸ پر یہ صراحتاً منقول ہے کہ سماک بن حرب حدیث میں مضطرب ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے صفحہ ۴۳ پر امام یعقوب بن شیبۃ کے قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سماک بن حرب کا اضطراب صرف سماک عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے تعلق ہے۔ مگر زبیر

علیزئی صاحب کا یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے مطلقاً سماک بن حرب کو مضطرب الحدیث کہا ہے لہٰذا امام احمد بن حنبل کی جرح کو عن عکرمہ سے منسلک کرنا باطل ہے۔ اور امام یعقوب بن شیبۃ نے یہ صاف لکھا ہے کہ "وھو فی غیر عکرمۃ صالح و لیس من المثبتین" یعنی عکرمہ کے علاوہ صالح ہے مگر پھر بھی مضبوط نہیں ہے۔ یعنی انکی عکرمہ کے علاوہ احادیث بھی مضبوط نہیں ہیں۔ لہٰذا یعقوب بن شیبۃ کے قول سے کم از کم جرح مفسر تو ثابت ہوئی۔ اور اس لئے مفسر جرح ہونے کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

نوٹ: زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم صفحہ ۴۳ پر یہ جرح مفسر مانتے ہیں کہ سماک بن حرب کی عن عکرمہ عن ابن عباس والی احادیث ہی مضطرب ہوتی ہیں۔ ہم آگے چل کر اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ محدثین کرام نے تو سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کی روایت کی تصحیح کی ہے۔ جبکہ زبیر علیزئی صاحب اس سند کو صحیح نہیں مانتے اور ان سے یہ سوال ضرور ہوگا کہ مفسر جرح کا اعتبار ہوگا یا دوسرے محدثین اکرام کے تعدیلی اقوال کا؟

سماک بن حرب پر انفرادیت کی بحث

سماک بن حرب پر امام المحدثین نسائیؒ کی مفسر جرح موجود ہے۔ امام نسائی سماک کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(۱) لیس بالقوی و کان یقبل التلقین (السنن المجتبیٰ رقم: ۵۶۸۰)

(۲) لیس ممن یعتمد علیہ اذا انفرد بالحدیث لا نہ کان یقبل التلقین (سنن الکبریٰ رقم: ۸۵)

(۳) فاذا انفرد با صل لم یکن حجۃ (تحفۃ الاشراف رقم: ۶۱۰۳)

محدثین کرام کا یہ اصول ہے کہ اگر ایک طرف جمع غفیر علماء و محدثین کرام کی تعدیل ہو مگر جرح مفسر ہی مانی جائے گی اور اسے قبول کیا جائے گا۔ اس اصول سے زبیر علیزئی صاحب کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے جن محدثین کرام سماک بن حرب کی توثیق نقل کی ہے وہ سر آنکھوں پر مگر امام نسائی کی جرح مفسر "وہ کسی حدیث میں منفرد ہو تو قابل اعتماد نہیں" موجود ہے۔ ان تمام تعدیل کے باوجود امام نسائی کی جرح مفسر ہی راجح ہوگی۔ اگر اس روایت کو قبیصہ بن ھلب سے سماک بن حرب کے علاوہ کوئی اور شاگرد روایت کرے تو قابل قبول ورنہ یہ حدیث اس طرق سے قبول نہیں کی جائے گی۔

سماک بن حرب پر امام ترمذیؒ اور علامہ ابن رجبؒ کی مفسر جرح

امام ترمذی سماک بن حرب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "ومن یضطرب فی حدیثہ" یعنی اور وہ رواۃ جو کہ مضطرب الحدیث ہیں۔ اس عنوان کے بعد امام ترمذی نے سب سے پہلے سماک بن حرب کا نام درج کیا ہے۔ (شرح علل ترمذی ۱/۱۴۱)

حافظ ابن رجبؒ کی تشریح:۔ امام ترمذی کے اس قول کی تشریح میں حافظ ابن رجبؒ لکھتے ہیں۔ "اور امام ترمذی نے اس باب میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے حافظ یا کثرۃ خطاء کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک روایت سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی جبکہ وہ منفرد ہو یعنی احکام اور علمی امور میں"۔ (شرح علل ترمذی لا ابن رجب ۱/۱۴۱)

حافظ ابن رجبؒ کے قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب سماک بن حرب کسی حدیث میں منفرد ہو گا تو اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی خصوصاً احکام اور علمی امور کے معاملے میں۔

(۱) امام ترمذی نے بھی سنن ترمذی:۲۵۲ پر اس حدیث کو بغیر علی صدرہ کے نقل کیے ہیں۔

(۲) امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو سنن ابن ماجہ رقم:۸۰۹ میں بغیر علی صدرہ کے نقل کیے ہیں۔

(۳) امام بغوی نے بھی اس حدیث کو شرح السنۃ ۳۱/۲ پر بھی بغیر علی صدرہ کے نقل کیے ہیں۔

لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ "سماک بن حرب" سے اس روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی نقل کرنے میں خطا ہوئی ہے۔ اس لیے اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اور پہلے اس لفظ "علی صدرہ" کی خطا کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

سماک بن حرب کے بارے میں تعدیلی اقوال کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے سماک بن حرب کی ثقاہت کے بارے میں مختلف محدثین کرام کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ اصول اور ضوابط کے تحت انکا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔

(۱) امام مسلم نے انکی حدیث روایت کی ہے۔

(۲) امام یحییٰ بن معین (۳) امام عجلی اور (۴) ابن عدی نے اس کی ثقاہت بیان کی ہے۔

نوٹ:۔ قارئین کرام ایک نقطہ ذہن میں ضرور رکھیے کہ زبیر علیزئی صاحب صفحہ ۴۳ پر اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن شیبۃ کی جرح صرف سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کی سند پر ہے۔

جبکہ زبیر علیزئی صاحب نے مندرجہ ذیل محدثین کرام سے سماک بن حرب کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۱) امام ترمذی (۲) امام حاکم (۳) امام ذہبی

(۴) امام ابن حبان (۵) امام ابن خزیمہ اور (۶) ضیاء المقدسی

مگر زبیر علیزئی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ ان مندرجہ بالا محدثین کرام نے سماک عن عکرمہ

عن ابن عباس والی سند کو صحیح لکھا ہے۔ اب زبیر علیزئی صاحب اسکا جواب دیں کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن شیبۃ کی مفسر جرح موثر ہوگی یا ان محدثین کرام کی تعدیل جنھوں نے سماک عن عکرمہ عن ابن عباس والی سند کی تصحیح نقل کی ہے (جبکہ زبیر علیزئی صاحب کو اس سند پر خود بھی اعتراض ہے اور اس کا اعتراف کر چکے ہیں)۔ اُمید ہے کہ اس معمہ کا حل زبیر علیزئی صاحب ضرور پیش کرینگے۔

(۱) ابو عوانہؒ (۲) ابو نعیم الاصبہانیؒ (۳) ابن سید الناسؒ (۴) ابن جارودؒ (۵) نوویؒ

مندرجہ بالا محدثین کرام نے جو سماک بن حرب کی روایت بیان کی ہیں۔ ان کے اقوال کے بارے میں عرض ہے کہ زبیر علیزئی صاحب ان محدثین کرام کی کتابوں میں تمام احادیث کو صحیح مانتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ انکے اکابرین کا اس اصول سے بھی اختلاف ہے۔ تفصیل کے لئے توضیح الکلام کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس جرح و تعدیل کی بحث سے کم از کم یہ بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ سماک بن حرب مختلف فیہ راوی ہے۔ جسکو بلفرض اگر حسن راوی مان بھی لیا جائے تو پھر بھی امام نسائی کی مفسر جرح کے مقابلے میں اس حدیث کو ماننا درست نہیں۔ لہذا سماک بن حرب کی انفرادیت اور تلقین قبول کرنے کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسرا اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی نہیں ہے اور حدیث کے متن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز سے فارغ ہونے کے وقت کی حدیث ہے لہذا اس حدیث کو پیش کرنا ہی ہٹ دھری اور مردود ہے۔

محدث العصر مفتی عباس رضوی صاحب پر الزام کا جواب

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۴۹ پر مناظر اسلام محقق دوران مفتی محمد عباس رضوی کے بارے میں لکھا ہے کہ "رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ "سماک بن حرب مدلس ہے" بالکل جھوٹ ہے۔ کسی محدث نے سماک کو مدلس نہیں کہا۔ عرض یہ ہے کہ جب اس سال مفتی عباس رضوی صاحب دبئی سے پاکستان آئے تو دوران ملاقات میں نے یہ اعتراض سامنے رکھا کہ آپ نے سماک بن حرب کو اپنی کتاب مناظرے ہی مناظرے ص ۳۳۵ پر مدلس لکھا ہے۔

تو محدث العصر مفتی عباس رضوی نے کہا کہ یہ بات کتاب میں غلط لکھ دی گئی ہے۔ اور کہا کہ میں نے متعدد بار ناشر کو آگاہ کیا ہے کہ یہ حوالہ کتاب سے کاٹ دیا جائے۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔ کیونکہ یہ کتاب انہوں نے خود ترتیب نہیں دی اس لیے یہ غلطی ہوئی ہے۔ لہذا مفتی عباس رضوی صاحب اس غلطی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ لہذا اُن پر جھوٹ کا الزام غلط اور مردود ہے۔

مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

"نا ابو موسیٰ: نا مؤمل : نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال: صلیت مع رسول اللہ ﷺ و وضع یدہ الیمنیٰ علی یدہ الیسریٰ علیٰ صدرہ"

ترجمہ: سیدنا وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔

(ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ رقم: ۴۷۹، احکام القرآن ۱/۱۸۶ رقم: ۳۲۹)

جواب نمبر ۱:۔

زبیر علیزئی صاحب اس حدیث کو حضرت ھلب الطائیؓ کی حدیث کے شاہد کے طور پر لائے ہیں۔ جس سے اس حدیث کی استنادی حقیقت تو واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث کمزور اور ضعیف ہے۔

جواب نمبر ۲:

اس حدیث کے بارے میں زبیر علیزئی صاحب خود لکھتے ہیں۔ ''یہ روایت مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے حسن لذاتہ

حدیث کی تائید میں بطور شاہد پیش کیا گیا ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۲۰) لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اُن کے نزدیک ضعیف ہے۔ دوسرا یہ کہ اُن کے نزدیک ضعیف حدیث کو (مرسل جو غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے) متابعت وشواھد میں پیش کرنا جائز ہے۔

جواب نمبر ۳:

زبیر علیزئی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ مؤمل بن اسماعیل پر بھی جرح مفسر موجود ہے لہٰذا تعدیل مبہم کے مقابلے میں جرح مفسر ہی قابل قبول ہوتی ہے۔

مؤمل بن اسماعیل پر جارحین اور اُنکی جرح

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی ہے۔

۱۔ ابوحاتمؒ نے کہا:

صدوق شدید فی السنۃ کثیر الخطاء یکتب حدیثہ (جرح وتعدیل ۸/۳۷۴)

۲۔ ابن سعدؒ نے کہا:۔

ثقۃ کثیر الغلط (طبقات ابن سعد ۵/۵۰۱)

۳۔ یعقوب بن سفیانؒ نے کہا:۔

یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)

۴۔ امام دارقطنیؒ نے کہا:۔

صدوق کثیر الخطاء (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۴۹۲)

۵۔حافظ ابن حجرؒ نے کہا:۔

صدق سیئی الحفظ (تقریب التہذیب:۷۰۲۹)

۶۔سلیمان بن حربؒ نے کہا:۔

کان لایشبہ اَن یحدث وقد یجب علی اهل العلم اَن یقفوا

(کتاب المعرفۃ ۳/۵۲)

۷۔امام نسائیؒ نے کہا:۔

فیہ لین (مجلسان نسائی ص ۴۸ رقم:۱۷)

۸۔امام ابی عمر السمرقندیؒ نے کہا:۔

مؤمل بن اسماعیل: سیئی الحفظ (فوائد ابی عمر ص ۱۳۱ رقم:۱۷)

۹۔امام ابی عمر السمرقندیؒ نے کہا:۔

ضعیف (فوائد ابی عمر ص ۵۹ رقم:۲۲)

۱۰۔امام احمد بن حنبلؒ نے کہا:۔

المؤمل إذا انفرد بحدیث وجب أن یتوقف ویثبت فیہ لأنہ کان سیئی الحفظ کثیر الخطاء

(سوالات المروذی رقم ۱۳)

۱۱۔امام نسائیؒ نے کہا:۔

مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء (السنن الکبریٰ رقم:۳/۹۹)

۱۲۔امام جنیدؒ نے کہا:۔

قال یحییٰ بن معین: یحدث من حفظہ زیادۃ (سوالات الجنید:۴۴۴)

۱۳۔امام ابن عمارؒ نے کہا:۔

وکان یحدث حفظاً فیخطئ الکثیر (علل الحدیث ص ۱۰۷)

۱۴۔امام حسینیؒ نے کہا:۔

احدث حفظہ فخلط (من لہ روایت فی رقم:۵۷۴۷)

۱۵۔امام ابن کثیرؒ نے کہا:۔

صدوق لکنہ کان کثیر الخطاء ولم یکن من الرفعاء من اصحاب الثوری

(تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۵)

۱۶۔امام بن خزیمہؒ نے کہا:۔

سوء حفظہ (صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۷۷ رقم ۱۸۶۰)

۱۷۔امام ذہبیؒ نے کہا:۔

ذکرہ فی المغنی فی ضعفاء (المغنی ۲/۶۸۹)

۱۸۔امام یحییٰ بن معینؒ نے کہا:۔

ضعفہ فی الروایۃ عن الثوری (روایۃ ابن محرز ۱/۵۳۹)

۱۹۔امام یحییٰ بن معینؒ نے کہا:۔

یقول (قبیصۃ) لیس بحجۃ فی سفیان ولا یحییٰ بن آدم ولا (مؤمل)

(معرفۃ الرجال ۴/۱۱۴)

۲۰۔امام ابن ترکمانیؒ نے کہا:۔

مائل بہ تضعیف (الجواہر النقی ۲/۳۰)

۲۱۔قاسم بن قطلوبغاؒ نے کہا:۔

مائل بہ تضعیف (تخریج الاحادیث اختیار قلمی)

۲۲۔حافظ ابن حجرؒ نے کہا:۔

فی حدیث عن الثوری ضعف (فتح الباری ۹/۲۳۹ رقم ۷۲۵۱)

۲۳۔ابوزرعہ الرازیؒ نے کہا:۔

فی حدیثہ خطاء کثیر (میزان الاعتدال ۴/۲۲۸: ۸۹۴۹)

۲۴۔امام ساجیؒ نے کہا:۔

صدوق کثیر الخطاء وله اوهام (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

۲۵۔امام ابن قانعؒ نے کہا:۔

صالح یخطئ (میزان الاعتدال: ۴/۵۳۲)

۲۶۔محمد بن نصر المروزیؒ نے کہا:۔

سیئ الحفظ کثیر الخطاء (سوالات المروزی رقم ۵۳)

۲۷۔امام ابن حبانؒ نے کہا:۔

ربما أخطاء (کتاب الثقات ۹/۱۸۷)

۲۸۔امام زرکلیؒ نے کہا:۔

فحدث من حفظه فوقع الخطاء (اعلام ۷/۳۴۳)

۲۹۔امام ابوحاتمؒ نے کہا:۔

وسئل عن مؤمل بن اسماعیل وابی حذیفہ فقال: فی کتبھا خطاء کثیر وابوحذیفہ اقلھا خطاء

(الجرح وتعدیل رقم: ۷۲۳)

۳۰۔امام بخاریؒ نے کہا:۔

منکر الحدیث (الکمال مخطوط)

۳۱۔امام جوزیؒ نے کہا:۔

تفرد به مؤمل عن ثوری (العلل المتناھیہ رقم: ۳۳۹)

۳۲۔امام ابن ابی حاتمؒ نے کہا:۔

و وھم مؤمل فی لفظ متن ہذا الحدیث (علل الحدیث رقم: ۱۱۱۶)

۳۳۔امام ابوحاتمؒ نے کہا:۔

ھذا حدیث منکر (علل الحدیث رقم: ۱۶۹۷)

۳۴۔امام ابوحاتمؒ نے کہا:۔

اخطاء فیہ مؤمل (علل الحدیث رقم: ۲۰۰۸)

۳۵۔امام فاسیؒ نے کہا:۔

الذی تفرد به کثیر الخطاء (شفاء الغرام ۱/۱۳۳)

۳۶۔امام ذہبیؒ نے کہا:۔

ذکرہ فی الضعفاء (المغنی رقم: ۶۵۳۷)

۳۷۔امام ابوحاتمؒ نے کہا:۔

وکیع اصح واخطاء المؤمل (علل الحدیث ۱۷۳۵)

۳۸۔ابن ملقنؒ نے کہا:۔

مؤمل بن اسماعیل صدوق وقد تکلم فیه (البدر المنیر ۴/۶۵۲)

۳۹۔حافظ ابن ابی الفوارسؒ نے کہا:۔

ھذا حدیث غریب......تفرد به مؤمل بن اسماعیل عن سفیان

(البدر المنیر ۷/۵۵۳)

۴۰۔امام دمیاطیؒ نے کہا:۔

دفن مؤمل کتبه وکان یحدث من حفظه فکثر خطؤہ (البدر المنیر ۷/۵۵۳)

۴۱۔علامہ ہیثمیؒ نے کہا:۔

ضعفہ الجمہور (مجمع الزوائد:۸۰۶۸)

۴۲۔امام بوصیریؒ نے کہا:۔

مؤمل بن اسماعیل اختلف فیہ فقیل ثقۃ وقیل کثیر الخطاء وقیل منکر الحدیث

(مصباح الزجاجۃ۔رقم:۲۳۷)

۴۳۔ابن احمد الدولیش نے کہا:۔

مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ (تنبیہ القاری۔رقم:۵۷)

۴۴۔امام دارقطنیؒ نے کہا:۔

ولم یروہ عنہ غیر مؤمل بن اسماعیل (اطراف الغرائب۔رقم:۱۳۵۱)

تفرد بہ مؤمل بن اسماعیل عن الثوری (اطراف الغرائب۔رقم:۱۳۹۹)

۴۵۔ابن الھادیؒ نے کہا:۔

ووھم مؤمل فی لفظ متن ہذا الحدیث (تحقیق جزء من علل ابن ابی حاتم:۱/۴۱)

ووھم مؤمل فی لفظ متن (تحقیق جزء من علل ابن ابی حاتم:۱/۳۱۲)

۴۶۔علامہ مناویؒ نے کہا:۔

مؤمل بن اسماعیل قال البخاری منکر الحدیث (فیض القدیر رقم:۶۸۶۱)

۴۷۔ثناءاللہ زاہدی غیر مقلد نے کہا:۔

فیہ مقال (توجیہ القاری ص۳۳۹)

۴۸۔مولانا اعظمی نے کہا:۔

اسنادہ ضعیف لان مؤملا (صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ حاشیہ)

۴۹۔شعیب الارناؤط نے کہا:۔

سیٔ الحفظ (صحیح ابن حبان ۳/۳۸)

۵۰۔عبدالمنان نورپوری غیر مقلد نے کہا:۔

یہ حدیث مؤمل کی وجہ سے ضعیف ہے (نماز میں ہاتھ اٹھانے کیفیت ص۴۱)

۵۱۔ابواسحاق الجوینی نے کہا:۔

لیس الحفظ (ص۱۶۷)

۵۲۔عبداللہ الرحیلی نے کہا:۔

لیس الحفظ (حاشیہ من تکلم فیہ وھو موثق ص۵۱۳)

۵۳۔عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے کہا:۔

قلت سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف (ابکار المنن ص۱۰۹)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ مؤمل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی مفسر جرح موجود ہے۔

زبیر علیزئی کی اسماء الرجال میں مسلکی حمایت

یہاں پر عرض کردوں کہ زبیر علیزئی صاحب نے مسئلہ ترک رفع یدین پر اپنی کتاب نور العینین ص ۱۳۶ پر یزید بن ابی زیاد الکوفی کو سئی الحفظ۔کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ضعیف لکھا تھا۔اور ساتھ ہی علامہ بوصیری سے ضعفہ جمہور بھی لکھا۔مگر نماز میں ہاتھ باندھنے کے موضوع میں مؤمل بن اسماعیل (اور جس کو جمہور محدثین کرام نے سئی الحفظ اور کثیر الخطاء لکھا) کو ثقہ ثابت کیا۔اور مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد رقم: ۸۰۶۸ نے ضعفہ جمہور لکھا ہے۔یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زبیر علیزئی صاحب

مسلکی حمایت اور خدمت میں کسی بھی راوی کو ضعیف اور کسی بھی راوی کو ثقہ لکھ دیتے ہیں۔

نوٹ:۔ وہ عوام الناس جو اُصول اسماء الرجال سے نابلد ہیں اُن کیلئے زبیر علیزئی صاحب کی کتابیں پڑھنا گمراہی کا سبب ہیں۔ لہٰذا اُن کی کتابوں سے عوام الناس کو اجتناب کرنا چاہیے۔

زبیر علیزئی صاحب کی اصول الحدیث سے لاعلمی

زبیر علیزئی صاحب صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ ''ثقہ عدد کثیر کی بات عدد قلیل پر حجت ہے'' زبیر علیزئی صاحب جنکے مطالعہ میں اصول الحدیث اور علم الرجال کی کافی کتابیں زیر مطالعہ ہونگی۔ یہ مانا نہیں جاسکتا کہ یہ اصول انکی آنکھوں سے اوجھل ہو۔ کیونکہ محدثین کرام کے نزدیک جرح وتعدیل ماننے کے کچھ اصول مقرر ہیں۔

(۱) مفسر جرح کو مبہم تعدیل پر فوقیت ہوتی ہے۔

(۲) مفسر تعدیل کو مبہم جرح پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) مبہم جرح اور مبہم تعدیل میں پھر عددی اکثریت دیکھی جائے گی۔

اور یہ اصول مسلمہ ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب کا باقی اصول کو بالائے طاق رکھ کر صرف عددی کثرت کے اصول کو ماننا ایک نہایت غلط اور گمراہ کن اصول ہے۔ اور اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے احناف کے ساتھ تمام اختلافی مسائل میں اسکو زیر استعمال رکھا ہے اور عددی فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر حیرانگی تو ان علماء غیر مقلدین پر ہے کہ جو اپنے آپ کو علماء بھی کہتے ہیں مگر زبیر علیزئی صاحب کے اس گمراہ کن اصولوں پر چپ سادھی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں اختلافی مسائل اپنی جگہ مگر اصولوں سے انحراف کوئی تحقیقی کام نہیں ہے۔

اگر عددی طور پر بھی دیکھا جائے تو (۱۸) محدثین کرام کی تعدیل کے مقابلہ میں ہم نے (۵۳) محدثین کرام سے جرح ثابت کی ہے۔ اور زبیر علیزئی صاحب کو اپنے اصول کے مطابق مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف ماننا چاہیے۔

مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح

محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح کی ہے۔ جسکی وجہ سے اس حدیث کو صحیح ماننا درست نہیں ہے۔

(۱) امام ابو حاتم نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں کثیر الخطاء کی مفسر جرح کی ہے۔ (الجرح وتعدیل ۸/۳۷۴) جسکی وجہ سے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کا ماننا درست نہیں ہے۔

(۲) امام یعقوب بن سفیان نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں "یروی المناکیر عن الثقات شیوخنا" یعنی اپنے ثقہ استادوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ (المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲) اس حدیث میں بھی "علی صدرہ" کے الفاظ منکر ہیں۔ لہٰذا یہ جرح بھی مفسر ہے۔

(۳) امام ابی عمر السمرقندی نے بھی مؤمل بن اسماعیل کو سیئی الحفظ لکھا ہے۔ (فوائد ابی عمر صفحہ ۱۳۱) جو محدثین کرام اور محترم کے استاد ارشاد الحق اثری کے نزدیک بھی مفسر جرح ہے۔ (توضیح الکلام ص ۹۶۳)

(۴) امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں مؤمل بن اسماعیل جب کسی حدیث میں منفرد ہو تو اسکی حدیث سے توقف کرنا چاہیے۔ (سوالات المروزی: ۱۳) اس حدیث میں بھی مؤمل بن

اسماعیل منفرد ہے۔ اگر زبیر علیزئی صاحب اصول الحدیث کو مانتے ہیں تو کوئی ایسی روایت پیش کریں جسمیں کسی راوی نے امام سفیان ثوری سے انہی الفاظ یہ روایت لی ہو یا بیان کی ہو امام بیہقی بھی خلافیات بیہقی قلمی صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری کے شاگردوں میں علی صدرہ کے الفاظ سوائے مؤمل بن اسماعیل کے کسی اور نے استعمال نہیں کیے۔ لہٰذا امام احمد بن حنبل کی مفسر جرح کی روشنی میں یہ حدیث ثابت نہیں۔ اور ویسے بھی زبیر علیزئی صاحب نے اس کے ضعف کا خود اقرار بھی کیا ہے۔ لہٰذا امام احمد بن حنبل کے قول کی روشنی میں لفظ علی صدرۃ کا اضافہ مؤمل بن اسماعیل کی طرف سے خطاء اور غلطی ہے۔

(۵) جرح کرنے والے محدثین کرام کا طبقہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ جبکہ تعدیل کرنے والے محدثین کرام نیچے طبقہ والے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اصول ہے کہ اوپر والے طبقے کے محدثین کرام کی بات مانی جائے گی۔ اور اس بنیاد پر بھی مؤمل بن اسماعیل ضعیف ثابت ہوتا ہے۔

(۶) امام یحییٰ بن معین کا صحیح قول (معرفۃ الرجال ۵۳۹/۱) اور حافظ ابن حجر کا قول "فی حدیثہ عن الثوری ضعیف" فتح الباری ۲۳۹/۹ سے یہ بات تو صاف واضح ہو جاتی ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی سفیان ثوری سے روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا اس مفسر جرح کے بعد اس حدیث کو صحیح کیسے مانا جا سکتا ہے۔

(۷) امام ابو حاتم نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں کثیر الخطا، (الجرح والتعدیل ۳۷۴/۸) اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی کتاب میں بھی خطا کثیر (الجرح والتعدیل۔ رقم: ۷۲۳) ہے۔ امام ابو حاتمؒ کی بھی اس جرح مفسر کی روشنی میں مؤمل بن اسماعیل کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔

مؤمل بن اسماعیل عن سفیان والی حدیث پر تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے صفحہ ۱۹ پر تصریح کی ہے کہ مؤمل اسماعیل پر جرح وتعدیل میں تطبیق و توفیق ہو سکتی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں۔

"جارحین کی جرح عام ہے اور معدلین کی تعدیل میں تخصیص موجود ہے۔ یحییٰ بن معین نے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے"۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۳۷۴/۸)

جواب:۔

زبیر علیزئی صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ امام ابن ابی حاتم سے امام یحییٰ بن معین تک کے قول کی سند معروف نہیں ہے۔ کتاب جرح وتعدیل ۳۷۴/۸ پر اسکی سند کچھ یوں ہے۔ "انا یعقوب بن اسحاق فیما کتب الی قال: نا عثمان بن سعید قال قلت یحیی بن معین ای شیء حال مؤمل فی سفیان؟ فقال ھو ثقہ"

(۱) کتاب جرح وتعدیل کے اس قول کی سند میں یعقوب بن اسحاق الہروی ہیں۔ اس یعقوب بن اسحاق کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

(۲) زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ اسکا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام ۸۳/۲۵) پر ہے۔ مگر علامہ ذہبیؒ کے اس کتاب میں یعقوب بن اسحاق الہروی کے بارے میں صرف حافظ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اور شاید زبیر علیزئی صاحب کو یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ جو کہ علامہ ذہبی کی کتاب تاریخ الاسلام ۸۳/۲۵ سے ثابت نہیں ہوتی ہے لہٰذا یہ حوالہ مردود ہے۔

(۳) امام یحیٰی بن معین کے علاوہ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے۔ "فی حدیث عن الثوری ضعیف" (فتح الباری ۲۳۹/۹ رقم: ۵۱۷۲) یعنی مؤمل بن اسماعیل کی سفیان ثوری سے حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث بھی مؤمل عن سفیان کو سند سے مروی ہے۔

زبیر علیزئی صاحب صفحہ ۱۹ پر مزید لکھتے ہیں "مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ابن خزیمہ، دار قطنی، حاکم، ذہبی، ترمذی اور ابن کثیر نے صحیح وقوی قرار دیا ہے" پھر صفحہ ۳۲ اور صفحہ ۳۳ پر ان محدثین کرام کے تفصیلی حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ لہٰذا ان کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

امام بخاریؒ کی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۱۸ پر امام بخاری کی جرح "منکر الحدیث" کو ہٹانے کیلئے ایک نئی منطق اپنائی بلکہ یہ منطق احمد شاکر اور علامہ ارشاد الحق الاثری نے بھی اپنائی۔

زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں "کہ حافظ مزی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بغیر کسی سند کے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مؤمل مذکورہ کے بارے میں کہا: منکر الحدیث" امام بخاری کی یہ جرح ہمیں ان کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔ تاریخ الکبیر ۴۹/۸ میں امام بخاری مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ لائے ہیں مگر اس پر جرح نقل نہیں کی .... امام بخاری نے مؤمل بن سعید الرحبی کو ذکر کرتے منکر الحدیث کہا ہے (التاریخ الکبیر ۴۹/۸) مؤمل بن سعید پر بخاری کی جرح حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ذکر تک نہیں کی (لسان المیزان ۱۶۱/۶) بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کا ذکر ضعفاء میں نہیں کیا .... لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ مزی کو اس کے انتساب میں وہم ہوا ہے۔ ذہبی اور ابن حجر نے اس وہم میں ان کی اتباع کی ہے۔ اس کی دیگر مثالیں بھی ہیں مثلاً ملاحظہ کریں العلاء بن الحارث (میزان الاعتدال ۹۸/۳)۔

الجواب:۔

زبیر علیزئی سے عرض ہے کہ حافظ مزیؒ، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے امام بخاری سے ہزاروں اقوال بغیر سند امام بخاری سے نقل کیے ہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض تو بالکل ہی فضول ہے۔ دوسرا زبیر علیزئی صاحب کا یہ لکھنا کہ "ہمیں یہ جرح ان کی کسی کتاب میں نہیں ملی" بھی تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی بہت سی کتابیں تو ابھی طبع بھی نہیں ہوئیں دوسرا امام بخاری کی طبع شدہ کتاب تاریخ الکبیر میں مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ۔ اور مؤمل بن سعید کا ترجمہ موجود ہے۔ مگر منکر الحدیث کا لفظ طبع شدہ کتاب تاریخ الکبیر میں مؤمل بن اسماعیل کی بجائے مؤمل بن سعید کے ترجمہ میں موجود ہے۔ اب یہاں کچھ نقاط کافی اہم ہیں۔

(ا) حافظ مزی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے امام بخاری سے مؤمل اسماعیل کے بارے منکر الحدیث کا لفظ نقل کیا ہے۔

(ب) حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے امام بخاری سے مؤمل بن سعید کے بارے میں منکر الحدیث کا لفظ نقل نہیں کیا۔

(ج) طبع شدہ تاریخ الکبیر میں امام بخاری سے مؤمل بن سعید کے بارے میں منکر الحدیث کے الفاظ موجود ہیں۔

اَب اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ منکر الحدیث کا لفظ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری سے جمہور محدثین کرام نے نقل کیے ہیں۔ لہٰذا یہ صاف ہوتا ہے کہ طبع شدہ تاریخ الکبیر میں اور کسی نسخہ میں کاتب کی غلطی ہے۔

اَب چونکہ علماء کرام اور محدثین کرام نے منکر الحدیث کی جرح امام بخاری سے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں لکھی ہے۔ تو زبیر علیزئی اور ارشاد الحق اثری صاحب نے اس کو وہم

قرار دے کر حافظ مزیؒ کی طرف اس وہم کا انتساب کر دیا۔ اور پھر علامہ ذہبی اور ابن حجر کو اس وہم میں اتباع کرنے والا لکھ دیا۔ پھر وہم کے ثبوت میں العلاء بن الحارث کا ذکر کر دیا۔ یعنی جس طرح علامہ ذہبی کو العلاء بن الحارث کے بارے میں وہم ہوا ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل کے ترجمے میں بھی وہم ہوا ہوگا۔

زبیر علیزئی صاحب سے عرض ہے کہ العلاء بن الحارث کے ترجمہ میں صرف علامہ ذہبی کو وہم ہوا ہے۔ مگر مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری کی جرح کو صرف علامہ ذہبی نے ہی نہیں بلکہ مزی نے تہذیب الکمال، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں، علامہ مقدسی نے کتاب الکمال اور ابن ترکمانی نے جواہر النقی، علامہ مناوی نے فیض القدیر میں لکھا ہے۔

یہ لازمی نہیں کہ اگر علامہ ذہبی کو العلاء بن حارث کے ترجمہ میں وہم ہوا ہے تو ان کو دوسرے راوی کے ترجمہ میں بھی وہم ہوا ہو۔ علامہ ذہبی کے ساتھ العلاء بن حارث کے ترجمہ میں جمہور نے ان کی موافقت نہیں کی جبکہ مؤمل بن اسماعیل کے ترجمہ میں جمہور اور دیگر محدثین کرام نے موافقت کی ہے۔

ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق

امام ابن خزیمہ نے اپنی پوری کتاب میں کسی جگہ مؤمل بن اسماعیل کی توثیق نہیں کی۔ جبکہ اسکے برعکس صحیح ابن خزیمہ ۱۷۷/۳ رقم: ۱۸۶۰ پر مؤمل بن اسماعیل کو سوء حفظ لکھا ہے۔ لہذا ابن خزیمہ کو معدلین میں شمار کرنا غلط ہے۔

امام دار قطنیؒ کے قول کی تحقیق

امام دار قطنی نے مؤمل کی حدیث اپنی کتاب سنن الدار قطنی ۱۸۶/۲ پر ذکر کیا ہے۔ مگر امام دار قطنی سے مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح موجود ہے۔ امام دار قطنی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں لکھتے ہیں "صدوق کثیر الخطاء" (سوالات حاکم لدار قطنی رقم: ۴۹۲) لہذا امام دار قطنی سے توثیق ثابت کرنا غلط ہے۔

امام حاکمؒ کے قول کا جواب

امام حاکم کا قول پیش کرنا تو زبیر علیزئی صاحب کا اپنا تضاد ہی ثابت کرتا ہے کیونکہ زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کو متساہل مانتے ہیں لہذا امام حاکم کا حوالہ دینا فضول ہے۔ دوسرا امام حاکم خود بھی ان کے کثیر الخطاء ہونے کی تشریح کی ہے۔

امام ذہبیؒ کے قول کا جواب

زبیر علیزئی صاحب نے صفحہ ۳۳ پر حافظ ذہبی کا قول نقل کیا ہے۔ "کان من الثقات البصریین" (العبر ۲۷۷/۱) مگر علامہ ذہبی اپنی کتاب الکاشف رقم: ۵۸۲۴ پر لکھتے ہیں۔ "حدیث حفظا فغلط" لہذا امام ذہبی کے نزدیک بھی اسکا حافظہ سے بیان کرنا غلط ہے۔

امام ترمذیؒ کے قول کا جواب

زبیر علیزئی صاحب نے صفحہ ۱۱ پر امام ترمذی کو خود متساہل قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا خود انکا تضاد ثابت کرتا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ کے قول کا جواب

زبیر علیزئی صاحب کا حافظ ابن کثیر کا حوالہ پیش کرنا بھی مفید نہیں کیونکہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "صدوق لکنه کان کثیر الخطاء ولم یکن من الرفعاء من اصحاب الثوری" حافظ ابن کثیر نے خود مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی ہے۔ لہٰذا حوالہ پیش کرنے غلط اور مردود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۵)

مؤمل بن اسماعیل کے معتدل رائے

زبیر علیزئی صاحب سے گزارش ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں چند محدثین کرام کے تعدیلی اقوال نقل کرنا اصول علم رجال کے خلاف ہے۔ مگر عوام الناس کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل اس بحث کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں۔

(i) کچھ محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کی۔

(ii) جمہور محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل کی تضعیف کی اور کثیر الخطاء کہا ہے۔

ان اقوال میں اگر تطبیق کرنا چاہیں تو صاف ظاہر ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی

توثیق صرف اسکی عدالت کے بارے میں تھی۔ علامہ ذہبی اور ابو حاتم وغیرہ نے مؤمل بن اسماعیل کی عدالت کے بارے میں صدوق لکھا ہے یعنی مؤمل بن اسماعیل سچا تھا۔ مگر جمہور محدثین کرام نے اس کو کثیر الخطاء اور اس کی تضعیف کی ہے۔ محدثین کرام کی مؤمل بن اسماعیل کی تضعیف اور کثیر الخطاء کی جرح اس کے حافظے پر ہے۔ یعنی مؤمل بن اسماعیل کا حافظہ صحیح نہیں تھا۔ کسی بھی راوی میں دو شرائط کا ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے اس راوی کو ثقہ کہہ سکتے ہیں۔

1۔ عدالت

2۔ ضبط وحفظ

مؤمل بن اسماعیل صدوق تو ہے مگر حافظہ صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا مؤمل بن اسماعیل کا روایت میں ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا امام ابو حاتم کے قول (الجرح والتعدیل رقم ۷۲۳) سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی کتاب میں کافی خطا ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت بغیر متابعت کے قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ تقریباً یہی بات عرب عالم عبداللہ بن ضعیف الرحیلی نے لکھی ہے۔ "الحاصل انه سیٔ الحفظ، و مقصود الأئمة بتوثیقه انه عدل، امافی حفظه فهو ضعیف، والله اعلم"۔ (من تکلم فیه وهو موثق رقم: ۳۵۱ حاشیه)

لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا مؤمل بن اسماعیل کی حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی مؤمل بن اسماعیل کی خطا ہے۔

زبیر علیزئی کا اپنا بنایا ہوا اُصول

مناسب ہوگا کہ اسی اُصول زبیر علیزئی صاحب کی اپنی تصنیف سے بھی ثابت کیا جائے۔

زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص ۶۱ قدیم پر نمبر ۹ کے تحت لکھتے ہیں۔

''ایک دفعہ کہا: ثقہ دوسری دفعہ کہا: ثقہ سیّئ الحفظ یا سیّئ الحفظ''

نتیجہ:۔ (عدالت کے لحاظ سے) ثقہ اور (حافظہ کے لحاظ سے) سیّئ الحفظ ہے۔

(نور العینین ص ۶۱)

نکتہ:۔ زبیر علیزئی کی اس بات سے یہ تو عیاں ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل حافظہ کے لحاظ سے سیّئ الحفظ ہے۔ مگر عدالت کے لحاظ سے ثقہ ہے۔

زبیر علیزئی مزید آگے نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں۔ ''جو کثیر الغلط، کثیر الاوھام، کثیر الخطاء اور سیّئ الحفظ وغیرہ ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (نور العینین ص ۶۱)

اہم نوٹ:۔ یہ بات پیش نظر ہے کہ تمام الفاظ جو اوپر زبیر علیزئی نے لکھے ہیں۔ یہی تمام الفاظ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں محدثین کرام نے نقل کیئے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ مؤمل بن اسماعیل اس میں منفرد ہے۔ اور ایسا راوی جس کے بارے میں سیّئ الحفظ، کثیر الخطاء، یا کثیر الغلط کے الفاظ جرح موجود ہو تو ایسے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہیں۔

زبیر علیزئی کا تضاد

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۲۰ پر لکھا ہے''

اگر کوئی کہے کہ مؤمل اس روایت میں تنہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

(۱) سفیان ثوری سے روایت میں ثقہ ہے لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے۔

(۲) اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) بہت سی احادیثیں اس کی شاہد ہیں۔

الجواب:۔

عرض ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں کثیر الغلط اور سیّئ الحفظ کے الفاظ موجود ہیں۔ ایسے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے جس کا اقرار زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ص ۶۱ پر خود کیا ہے۔ لہٰذا یہ لکھنا کہ اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے اُصول کے خلاف اور غلط ہے۔ کیونکہ کثیر الغلط، سیّئ الحفظ والے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے چاہے وہ کسی ثقہ راوی کے خلاف نہ کرے اور یہ اصول زبیر علیزئی کا اپنا اختیار کردہ ہے۔ دوسرا جن حدیثوں کو وہ مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کا شاہد بتا رہے ہیں وہ ثابت ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا شاہد حدیثوں پر اعتبار کرنا غلط ہے۔

علامہ ابن قیم کی مفسر جرح

اس مقام پر مناسب ہے کہ ہم علامہ ابن قیم کی اس حدیث کے بارے میں مفسر جرح وعلت بیان کریں۔ مگر اس سے پہلے ہم ان حوالہ جات کی نشاندہی کریں جو محترم زبیر علیزئی نے علامہ ابن قیم کے شان میں لکھے تھے۔ زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب نور العینین ص ۸۴ پر علامہ ابن قیم کی شان میں اقوال لکھتے ہیں۔

۱: ابن رجب الدمشقی نے کہا:۔

وکان عارفاً بالتفسیر لا یجاری فیه و باصول الدین ...... کتاب ذیل علی طبقات الحنابلہ ۲/۴۴۸)

۲: ابن کثیر الدمشقی نے کہا:

"صاحبنا الشیخ الامام العلامة ...... و برع فی علوم متعددة ...... (البدایہ والنہایہ ۱۴/۲۳۶)

۳: ابن ناصر الدین دمشقی نے کہا:

"الشیخ الامام العلامة شمس الدین احد المحققین (الرد الوافر ص ۱۱۹)

۴: ابن العماد الحنبلی نے کہا:

"الفقیه الحنبلی بل المجتهد المطلق المفسر النحوی الاصولی المتکلم

(شذرات الذہب ۶/۱۶۸)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

"عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله ﷺ فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره ولم یقل علی صدره غیر مؤمل بن اسماعیل

(اعلام الموقعین ص ۳۸۲، ابکار المنن ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ نے اپنا دائیاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔ (علامہ ابن قیم فرماتے ہیں) سینے پر رکھا کے (الفاظ) سوائے مؤمل کے کسی نے نہیں کہے۔

علامہ ابن قیم کے اس قول سے واضح ہو گیا کہ "علی صدرہ" کے الفاظ صرف مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیے۔ اور یہی جرح تقریباً امام بیہقیؒ نے اخلافیات بیہقیؒ ص ۳۷ قلمی پر کی ہے۔ جب رفع یدین پر ابن قیم کی عبارت سے استدلال کرتے ہیں تو ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر کیوں نہیں؟

امام بیہقیؒ کی تحقیق

امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں اپنی تحقیق یوں پیش کی ہے۔

" رواه الجماعة عن الثوری لم یذکر واحد منهم علی صدره غیر مؤمل بن اسماعیل (الخلافیات بیهقی مخطوطه ص ۳۷

یعنی:۔ ایک جماعت نے امام سفیان ثوری سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی "علی صدرہ" کے لفظ مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ ذکر نہیں کیے۔ معلوم ہوا کے مؤمل بن اسماعیل کے سواہ کسی نے بھی یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔ لہٰذا امام بیہقیؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔

"علی صدرہ" کی زیادت کا تحقیقی جائزہ

امام بیہقیؒ اور ابن قیم نے "علی صدرہ یعنی سینے پر ہاتھ رکھنے کے الفاظ کی زیادتی بھی نقل کی ہے۔ امام بیہقیؒ اور ابن قیم کے اقوال تحقیقی معیار پر بھی صحیح ہیں۔

وائل بن حجرؓ سے اس حدیث کو متعدد راویوں نے نقل کیا ہے۔

☆ کلیب بن شہاب الکوفی نے وائل حجرؓ سے صرف علی صدرہ کے الفاظ نقل کیئے ہیں۔

(ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ رقم: ۴۷۹)

(۱) علقمۃ بن وائل نے وائل بن حجرؓ سے علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کیئے۔

(ابن ابی شیبۃ: ۳۹۳۸، ابوداؤد: ۷۲۳، ابن خزیمہ: ۹۰۵)

(۲) عبدالجبار بن وائل نے بھی حضرت وائل بن حجرؓ سے علی صدرہ کے الفاظ نہیں نقل کیئے۔

(الطبرانی الکبیر ۲۲/۵۱ رقم)

(۳) کچھ اہل بیت نے بھی حضرت وائل بن حجرؓ سے علی صدرہ کے الفاظ نہیں روایت کیئے

(مسند احمد ۶/۳۱۶، الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۷۶)

☆ عاصم بن کلیب سے علی صدرہ کے الفاظ صرف امام سفیان ثوری نے نقل کیئے ہیں۔

(ا) عبداللہ بن ادریس نے یہ الفاظ نہیں نقل کیے۔

(ابن ابی شیبۃ: ۳۹۳۵، ابن ماجہ: ۸۱۰، ابن خزیمہ: ۴۷۷، ابن حبان ۵/۲۷۱)

(ب) شعبہ ابن الحاج نے بھی علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کیئے۔ (مسند احمد ۴/۳۱۹)

(پ) زائدہ بن قدامۃ نے علی صدرہ کے الفاظ نہیں روایت کیئے۔

(مسند احمد ۴/۳۱۸، مسند دارمی: ۱۳۶۴، ابوداؤد: ۷۲۷، سنن نسائی ۲/۱۲۶، ابن الجارود: ۲۰۸
ابن خزیمہ: ۴۸۰، ابن حبان ۵/۱۷۰، الطبرانی الکبیر رقم: ۸۲، جلد ۲۲، بیہقی ۲/۲۸)

(ت) محمد بن فضیل سے بھی یہ الفاظ علی صدرہ مروی نہیں ہیں۔ (ابن خزیمہ: ۴۷۸)

(ث) زہیر بن معاویۃ نے بھی یہ الفاظ مروی نہیں کیئے۔

(مسند احمد ۴/۳۱۸، الطبرانی الکبیر جلد رقم: ۲۲ رقم: ۸۴)

(ج) ابوعوانۃ نے بھی یہ الفاظ روایت نہیں کیئے۔ (الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۹۰)

(چ) قیس بن ربیع نے بھی یہ الفاظ مروی نہیں کیئے۔ (الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۷۹)

(ح) ابوالاحوص نے بھی یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔

(مسند الطیالسی رقم: ۱۰۲۰، الطبرانی الکبیر جلد ۲۲: رقم ۸۰)

(خ) عبدالواحد بن زیاد نے بھی یہ الفاظ نہیں نقل کیئے۔

(مسند احمد ۴/۳۱۶، بیہقی ۲/۷۲)

(د) بشر بن المفضل نے بھی یہ الفاظ نہیں روایت کیئے۔

(ابوداؤد: ۷۲۶، ابن ماجہ: ۸۱۰، نسائی ۳/۵۳)

(ڈ) ابواسحاق نے بھی یہ الفاظ نہیں روایت کیئے۔

(الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم: ۹۱)

☆ سفیان ثوری سے علی صدرہ کے الفاظ صرف مؤمل بن اسماعیل نے نقل کیئے ہیں جبکہ

(ا) عبداللہ بن ولید نے علی صدرہ کے الفاظ نہیں نقل کیئے ہیں۔ (مسند احمد ۴/۳۱۸)

(ب) محمد بن یوسف الفریابی نے بھی یہ الفاظ نہیں نقل کیئے ہیں۔

(الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم: ۷۸)

اس کے علاوہ مؤمل بن اسماعیل اس حدیث میں اضطراب کا شکار ہے۔ کبھی مؤمل بن اسماعیل علی صدرہ کے الفاظ نقل کرتا ہے (دیکھئے ابن خزیمہ رقم: ۴۷۹) کبھی مؤمل بن اسماعیل اس حدیث میں عند صدرہ کے الفاظ نقل کرتا ہے (طبقات المحدثین باصبہان ۲/۲۶۸) اور کبھی اس زیادت کا ذکر نہیں کرتا ہے (شرح معانی الآثار ۱/۱۹۶)

اس مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات مکمل طور پر آشکار اور واضح ہوتی ہے کہ علی صدرہ کے الفاظ نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیل سے خطا اور غلطی ہے جبکہ محدثین کرام نے یہ واضح

طور پر لکھا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث میں علی صدرہ کے الفاظ شاذ اور اصول حدیث اور خصوصاً علامہ بیہقیؒ اور علامہ ابن قیم کے اقوال کی روشنی کے مطابق صحیح نہیں ہیں۔

حضرت طاؤس کی مرسل روایت کا تحقیقی جائزہ

حدثنا ابو توبة: ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن سليمان بن موسىٰ عن طاؤس قال: كان رسول الله ﷺ يضع يده اليسرى ثم يشد بهما علىٰ صدره وهو في الصلاة.

ترجمہ: طاؤس تابعی سے (مرسل) روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔ (سنن ابی داود مع بذل المجہود رقم:۷۵۹، ۴/۲۸۲)

جواب نمبر۱:۔

زبیر علیزئی صاحب خود اس حدیث کو قبیصہ بن ھلب والی حدیث کی شواھد میں نمبر۲ کے تحت صفحہ۲۰ پر لائے ہیں اس حدیث کو شاہد میں ذکر کرنا خود اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ حدیث زبیر علیزئی صاحب کے نزدیک ضعیف ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو اسے مستقل دلیل کے طور پر پیش کرتے۔ اسکی ضعف کا اقرار خود زبیر علیزئی صاحب کرتے ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں۔ ''تنبیہ: ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے'' نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ۲۴۔ لہٰذا اس حدیث کو ضعیف مان کر پھر تحقیق میں پیش کرنا غلط ہے۔ مزید یہ کہ زبیر علیزئی صاحب اس حدیث قبیصہ بن ھلب والی حدیث کا شاہد بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ مگر یہ تفصیل سے عرض ہو چکا ہے کہ قبیصہ بن ھلب والی حدیث

میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے لہٰذا جو حدیث غیر مقلدین حضرات کے دعویٰ پر پوری ہی نہیں اُترتی اُس کے شاہد پیش کرنا ہی اُصول کے مطابق غلط ہے۔

جواب نمبر۲:۔

زبیر علیزئی صاحب اس روایت کو مرسل تسلیم کرنا کا مطلب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صرف مرسل کے طور پر ضعیف ہے لہٰذا انھوں نے یہی حدیث کو مرسل مان کہ دو الزامی جواب دیے ہیں۔

۱۔ فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

۲۔ یہ روایت حسن روایت کے شوھد میں ہے۔

مگر زبیر علیزئی صاحب سے عاجزانہ التجا ہے کہ یہ حدیث صرف مرسل کی وجہ سے ہی ضعیف نہیں اس حدیث کا ایک راوی سلیمان ابن موسیٰ الدمشقی ضعیف ہے۔ لہٰذا سلیمان بن موسیٰ پر علماء کرام ومحدثین کرام کی جرح اپنے مقام پر ملاحظہ کریں دوسرا احناف اپنے اصولوں سے باخبر ہیں۔ مگر معلوم نہیں زبیر علیزئی صاحب اپنے اکابرین کے اصولوں سے بے خبر کیوں؟

جواب نمبر۳:۔

زبیر علیزئی صاحب کا یہ لکھنا کہ اس حدیث کو حسن روایت کے شوھد میں پیش کیا ہے۔ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ حضرت ھلب الطائیؓ والی حدیث کا متن محفوظ نہیں ہے۔ لہٰذا جب اصل حدیث کا متن ہی ثابت نہیں اور نہ ہی غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے تو شواھد لانے کا کیا مطلب؟ حضرت ھلب الطائی کی حدیث پر جرح اپنے مقام پر ملاحظہ کیجئے۔

جواب نمبر۴:۔

زبیر علیزئی صاحب نے اسکے ترجمہ میں گڑبڑھ کی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب سے درخواست ہے کہ انھوں نے الیمنی علی الیسری کا ترجمہ کیوں نہیں کیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظوں کا ترجمہ زبیر علیزئی کو قابل قبول نہیں۔ لہذا جب حدیث کے متن پر غیر مقلدین کا اپنا عمل نہیں تو پھر اسکو دلیل بنانا کیا جائز ہے؟

سلیمان بن موسیٰ کے بارے تعدیلی اقوال کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے سلیمان بن موسیٰ کے بارے میں محدثین کرام سے مختلف تعدیلی اقوال بھی پیش کئے ہیں مناسب ہوگا کہ ان تعدیلی اقوال کا جائزہ تحقیق کی روشنی میں لیا جائے۔

۱۔ امام سعید بن عبدالعزیز نے کہا: کان اعلم اهل الشام بعد مکحول

(الجرح وتعدیل ۴/۱۴۱)

الجواب:

امام سعید بن عبدالعزیز نے موسیٰ بن اسماعیل کی تعریف کی ہے۔ مگر ثقاہت کے بارے میں کوئی لفظ نقل نہیں کئے۔ زبیر علیزئی صاحب شاید اپنا اصول بھول گئے جو انھوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے۔ زبیر علیزئی صاحب اپنے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۶۲ صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔ "حافظ ذہبی وغیرہ ہم سے امام ابوحنیفہ کی تعریف وثنا ثابت ہے۔ تنبیہ: حدیث میں ثقہ ہونا یا نہ ہونا حافظے کا قوی ہونا یا نہ ہونا یہ علیحدہ مسئلہ ہے"۔ افسوس

ہے کہ امام المحدثین امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں تو بغض رکھا جائے مگر اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اصولوں کو پامال کیا جائے۔ میری زبیر علیزئی صاحب سے گذارش ہے کہ امام سعید سے کوئی صیغہ ثقاہت ثابت کریں۔ لہذا امام سعید سے تعدیل والا حوالہ زبیر علیزئی صاحب کے اپنے اصولوں کے مطابق غلط ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ امام دحیم نے کہا: اوثق اصحاب مکحول سلیمان بن موسی

(الجرح وتعدیل ۴/۱۴۱)

الجواب:

اس حوالہ میں امام دحیم اصحاب مکحول میں سلیمان بن موسیٰ کو مضبوط کہہ رہے ہیں۔

کیا زبیر علیزئی صاحب کو یہ اصول بھول گیا کہ محدثین کرام سے جب خاص سوال پوچھا جائے تو اُس سے عمومی جواب نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ لہذا سلیمان موسیٰ مکحول کے اصحاب میں مضبوط ہوگا نہ کہ دیگر محدثین سے روایت کرنے میں۔ لہذا اس حوالہ کو پیش کرنا مردود اور غلط ہے۔

۳۔ امام ابن معین نے کہا: ثقہ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی:۳۶)

الجواب:

زبیر علیزئی صاحب نے اس حوالہ میں بددیانتی کی ہے۔ انکو چاہیے تھا کہ امام یحییٰ بن معین کا پورا قول نقل کرتے۔ امام یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ "عثمان الدارمی: قلت یحییٰ بن معین: سلیمان بن موسیٰ ماحاله فی الزهری؟ قال: ثقه"

امام عثمان الدارمیؒ اپنے اُستاد امام یحییٰ بن معین سے سلیمان بن موسیٰ کی الزھری سے روایات کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور پر امام یحییٰ نے سلیمان بن موسی کو الزھری سے روایت کرنے میں ثقہ لکھا ہے۔ سوال تو خاص تھا مگر زبیر علیزئی صاحب نے اس کا جواب عموماً لکھا اور پیش کیا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ سے یہ سمجھنا کہ اس سے مطلقاً سلیمان بن موسیٰ کی توثیق ثابت ہوتی ہے بالکل غلط اور مردود ہے۔

۴۔ امام عطاء بن ابی رباح نے کہا: اثنی علیہ (المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۴۰۵)

الجواب:

اس حوالہ میں بھی تعریف ثابت ہوتی ہے نہ کہ ثقاہت لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا زبیر علیزئی صاحب کے خود اپنے اصولوں کے خلاف ہے۔

۵۔ امام الزھری نے کہا: اثنی علیہ (مسند احمد: ۲۳۲۵)

الجواب:

اس حوالہ میں بھی تعریف ہے نہ کہ توثیق لہٰذا اس حوالہ کو ثقاہت یا تعدیل میں پیش کرنا غلط ہے۔

۶۔ امام ابن المدینی نے کہا: من کبار اصحاب مکحول وقان خولط قبل موتہ بیسیر

الجواب:

یہ حوالہ باسند صحیح نہیں لہٰذا اسکو پیش کرنا غلط ہے دوسرا ابن لمدینی کی اپنی جرح اس پر موجود ہے۔

۷۔ امام الذھبی نے کہا: الامام الکبیر مفتی الدمشق (سیر اعلام النبلاء ۵/ ۴۳۳)

الجواب:

اس قول میں بھی زبیر علیزئی کے اپنے اُصولوں کے مطابق ثقاہت کا کوئی صیغہ نہیں۔ لہٰذا اسکو پیش کرنا غلط ہے۔

۸۔ حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق فقیہ حدیثہ بعض لین و خولط قبل موتہ (تقریب التھذیب: ۲۶۱۶)

الجواب:

اس قول میں تو حافظ ابن حجر نے بعض لین یعنی ''اسکی حدیث میں نرمی یا کمی ہے'' کے الفاظ سے جرح کی ہے لہٰذا اس قول کو بھی پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

۹۔ امام ہشام بن عمارؒ نے کہا: ارفع اصحاب مکحول سلیمان بن موسی (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۳۹۶)

الجواب:

اس قول میں بھی سلیمان بن موسیٰ کو اصحاب مکحول حیثیت کو ظاہر کیا ہے۔ اس قول میں ثقات کا کوئی لفظ نہیں۔ لہٰذا اس قول کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔

سلیمان بن موسیٰ الدمشقی پر محدثینِ کرام کی جرح

۱۔امام بخاریؒ نے کہا:۔ عندہ مناکیر۔ منکر الحدیث

(ضعفاء بخاری رقم ۱۴۸۔ تاریخ الکبیر ۱۸۸۸/۴)

۲۔امام ابو احمد الحاکمؒ نے کہا:۔ فی حدیث بعض المناکیر

(کتاب الکنیٰ۔ قلمی صفحہ ۲۸۹/۱)

۳۔ابو حاتم ؒ نے کہا:۔ محلہ الصدق وفی حدیثہ بعض الاضطراب

(الجرح والتعدیل ۱۴۱/۴)

۴۔امام نسائیؒ نے کہا:۔ احد الفقہاء لیس بالقوی فی الحدیث

(ضعفاء والمتروکین ۲۵۲)

۵۔امام ابن المدینیؒ نے کہا: مطعون علیہ

(ضعفاء الکبیر ۱۳۲/۲۔ ضعفاء ابن جوزی ۱۵۳۹)

۶۔امام ساجیؒ نے کہا: عندہ مناکیر

(الکمال: ۲۲۲۸)

۷۔امام ابو زرعہ الرازیؒ نے کہا: ذکرہ فی ضعفاء

(اسامی ضعفاء: ۶۲۲/۲)

۸۔امام عقیلیؒ نے کہا: ذکرہ فی ضعفاء

(ضعفاء عقیلی ۱۳۰/۲)

۹۔امام ترمذیؒ نے کہا: قول البخاری عندہ مناکیر

(الکمال: ۲۲۲۸۔ العلل الکبیر ص ۴۷)

۱۰۔امام ابو العربؒ نے کہا: وفیہ نظر

(اکمال: رقم ۲۲۲۸)

۱۱۔امام ابن جارودؒ نے کہا: ذکرہ فی ضعفاء

(الکمال: ۲۲۲۸)

۱۲۔امام الزہریؒ نے کہا: وعندہ احادیث عجائب

(تاریخ دمشق ۶۳۹/۷)

۱۳۔حافظ ابن حجرؒ نے کہا: صدوق فقیہ فی حدیثہ بعض لین

(تقریب التہذیب)

۱۴۔ابن حبانؒ نے کہا: کلما اخبار روحات

(مشاہیر علماء الامصار ۲۸۳)

۱۵۔امام حسنیؒ نے کہا: نقل تضعیف

(من لہ روایة فی الکتب الستہ رقم ۲۱۳۳)

۱۶۔امام ترمذیؒ نے کہا: منکر الحدیث

(ترتیب علل ترمذی ق ۲۰ ص ۲۵۷)

۱۷۔امام نسائیؒ نے کہا: فی حدیثہ شیئ

(التہذیب الکمال ۹۷/۱۲)

۱۸۔امام برذعیؒ نے کہا: ذکرہ ابو زرعہ فی کتاب الضعفاء

(سوالات البرذعی لابی زرعہ الرازی)

۱۹۔امام ابن جوزیؒ نے کہا: ذکرہ فی ضعفاء

(ضعفاء والمتروکین ۳۵/۲ رقم ۱۵۳۹)

۲۰۔امام ابن عبد البرؒ نے کہا: سیئ الحفظ

(الاستذکار ۲۰۳/۱۵)

۲۱۔علامہ ذہبیؒ نے کہا: ضعیف

(المغنی والضعفاء رقم: ۲۶۳۰)

۲۲۔امام ابوطالب قاضیؒ نے کہا: احادیث عامتہا مناکیر

(ترتیب علل الترمذی ص ۲۶۹)

۲۳۔ابن جریجؒ نے کہا: عندہ احادیث عجائب

(تاریخ واسط ص ۲۵۶)

نتیجہ:

اس مندرجہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ زبیر علیزئی صاحب کا سلیمان بن موسیٰ کو ثقہ ثابت کرنا غلط اور مردود ثابت ہوتا ہے۔اور دلائل کی روشنی میں سلیمان بن موسیٰ کا ضعف ہونا بھی ثابت ہوتا اور اس روایت سے غیر مقلدین حضرات اور زبیر علیزئی صاحب کا استدلال درست نہیں ہے۔

امام ترمذی کی تحقیق

نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر امام ترمذی اپنی تحقیق کچھ یوں پیش کرتے ہیں۔ورای بعضھم یضعھما فوق السرۃ ورای بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندھم" (سنن ترمذی: ۲۵۲)

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ بعض کو(صحابی تابعی اور تبع تابعین) ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور بعض (صحابہ۔تابعی۔اور تبع تابعین کو) کوناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا گیا۔"

امام ترمذی کے قول سے صاف ثابت ہے کہ بعض صحابی، تابعی اور تبع تابعین تو نماز میں ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے۔مگر امام ترمذیؒ

نے کسی بھی اہل علم صحابہ، تابعی اور تبع تابعین سے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر تک نہ کیا البتہ پیٹ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا متقدمین اور جمہور کا مذہب ہے۔

تحقیق:۔ زبیر علیزئی نے اپنی اس پوری کتاب میں صرف ۴ روایتیں پیش کیں ہیں۔ان میں ۲ روایتوں سے احتجاج کیا اور ۲ روایتیں شواہد میں پیش کیں ہیں۔اور ان شاہد حدیثوں کے بارے میں زبیر علیزئی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔لہٰذا ۴ میں سے ۲ حدیثیں تو زبیر علیزئی صاحب کے نزدیک ضعیف ہیں۔ان میں سے ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ پر حضرت بن حجرؓ کی مومل بن اسماعیل سے روایت زبیر علیزئی کے نزدیک ضعیف اور دوسری حضرت طاؤس کی مرسل حدیث جو ابوداؤد: ۷۵۹ پر ہے وہ بھی زبیر علیزئی کے نزدیک ضعیف ہے۔پھر حضرت قبیصہ بن حلبؓ کی حدیث کو مضبوط کرنے کیلئے ان دو حدیثوں کو انہوں نے شواہد میں ذکر کیا ہے۔مگر یہ عرض کردی گئی ہے کہ حضرت قبیصہ بن حلبؓ کی حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے اور مزید یہ کہ اس کی سند اور متن بھی ضعیف ہے۔اور زبیر علیزئی صاحب کی پیش کردہ دلیل جو حضرت وائل بن حجرؓ کی صحیح ابن حبان ۳: ۱۶۷ و مسند احمد ۴: ۳۱۸ کی حدیثیں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کے لفظوں کو ثابت نہیں کرتی ہیں۔لہٰذا غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی ایک صریح صحیح حدیث ایسی نہیں جو وہ اپنے دعویٰ پر پیش کر سکیں۔لہٰذا اس موضوع پر غیر مقلدین حضرت کے پاس ایک بھی صحیح صریح دلیل موجود نہیں ہے۔جبکہ اکثر محدثین کرام تو سینے پر ہاتھ باندھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔جمہور محدثین کرام ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

مجھے اُمید ہے قارئین کرام میری اس تحریر کا مسلکی تعصب سے نکل کر مطالعہ کریں گے۔ تحقیق میں حق کا دامن تھامنا چاہیے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنا چاہیے۔ جس طرح زبیر علیزئی اور غیر مقلدین حضرات یہ حق سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق عمل کریں۔ حالانکہ اُن کی تحقیق اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم بھی اپنی تحقیق کے مطابق حدیث پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور مؤمنین کیلئے راہ نجات بنائے (آمین)

tinyurl.com/raddgm

دار التحقیق فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات

۱۔ رفع یدین کے موضوع پر محققانہ تجزیہ

مصنف: فیصل خان

۲۔ مسئلہ رفع الیدین پر غیر مقلد زبیر علیزئی کے مضامین کا جائزہ

مصنف: فیصل خان

۳۔ حیات النبی ﷺ پر تحقیقی مقالہ

مصنف: مولانا عاطف اسلم نقشبندی

۴۔ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر غیر مقلد زبیر علیزئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا علمی محاسبہ — مصنف: فیصل خان

۵۔ "ترویح العینین فی رد علی نور العینین" غیر مقلد زبیر علیزئی کی کتاب "نور العینین" کا تاریخی محاسبہ — مصنف: فیصل خان

۶۔ "الرفع التعسف عن القاضی ابی یوسف" امام ابو یوسف پر غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کا جواب — مصنف: فیصل خان

۷۔ "مدحة الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی" غیر مقلد زبیر علیزئی کے مسئلہ تدلیس اور رفع الیدین پر اوہام کا مسکت جواب — مصنف: فیصل خان

۸۔ تین رکعت وتر پر تاریخی دستاویز

تحقیق و تخریج: فیصل خان و مولانا عاطف سلیم

۹۔ "الناسخ و المنسوخ" ابن شاہین

مصنف: محدث ابن شاہین، ترجمہ و تخریج و تحقیق: مولانا آصف عزیز